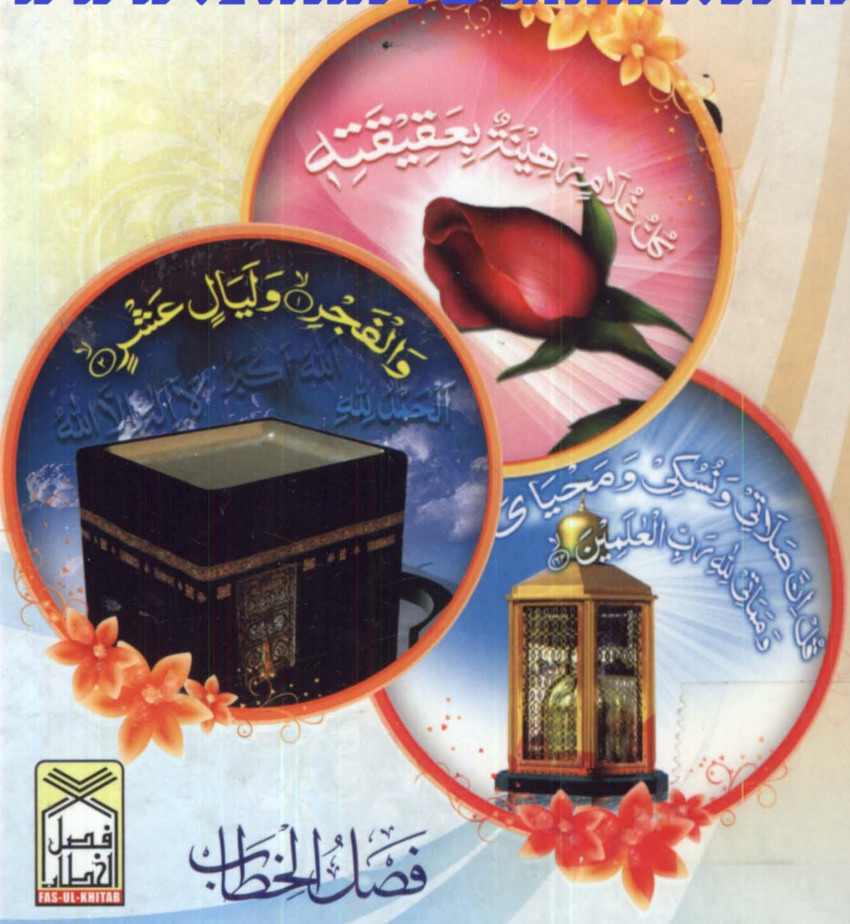
قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ

فاروق رفیع



فصل الخطاب
FAS-UL-KHITAB

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ

فاروق رفیع



فصل الخطاب للنشر والتوزیع
0300-8074150

قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ

تالیف:

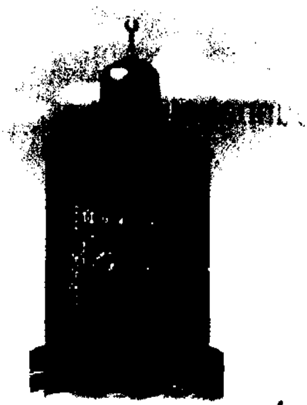
فاروق رفیع

ملنے کے پتے

نعمانی کتب خانہ : حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون:042-37321865
مکتبہ اسلامیہ : ہادیہ حلیمہ سنٹر، اردو بازار لاہور فون: 042-37244973
مکتبہ اسلامیہ: بیرون امین پور بازار، کوتوالی روڈ، فیصل آباد فون: 041-2641204
اسلامی اکیڈمی : الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37357587
کتاب سرائے : الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37320318
مکتبہ عائشہ اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی فون: 051-5551014
اسلامک بک کمپنی: امین پور بازار، فیصل آباد فون: 041-2647308

فصل الخطاب
للنشر والتوزیع
0300-8074150

www.KitaboSunnat.com



قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

قربانی کی تعریف اور حکم

قربانی کی اہمیت وفضیلت

قربانی کے احکام و مسائل

میت کو قربانی میں شامل کرنا

قربانی کے جانور

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی

اونٹ اور گائے کے حصے

ایام قربانی کا بیان

ذبح کرنے کے آداب

قربانی کے گوشت کا مصرف

چرمہائے قربانی کا مصرف

عقیقہ کا بیان

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل ومسائل

عشرہ ذوالحجہ میں ممنوع افعال

تکبیرات کا بیان

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ. أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، اَمَّا بَعْدُ!

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل ہے، پھر اہل اسلام کو اس اہم عمل کی خاصی تاکید ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ قربانی کے مسائل پر ایک ایسی جامع کتاب میسر ہو جو تمام مسائل قربانی کو محیط اور ہر مسئلہ کو خوب اجاگر کرے، جو کسی مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے دے۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے راقم الحروف نے اس کتاب کی تالیف کا منصوبہ تشکیل دیا اور زیر نظر کتاب میں قربانی کے متعلقہ تمام احکام و مسائل کو حتی الامکان خوب کھول کر بیان کیا۔ ہر مسئلہ کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا۔ پھر کسی مسئلہ میں کچھ اختلاف ہے تو مختلف مذاہب و آراء کو نقل کرنے کے بعد کتاب و سنت کے قریب ترین مذہب کے راجح ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے، نیز جن ضعیف روایات سے کمزور استدلال کیا جاتا ہے، یا غلط مسائل کو رواج دیا جاتا ہے، ان روایات کا ضعف بیان کر کے ان غیر مشروع مسائل سے قارئین کو آگاہ کیا گیا ہے،

تاکہ متلاشیان حق کو تلاش حق میں سہولت ہو اور حیلے بہانوں اور کمزور دلائل کا سہارا لینے والے ناکام و نامراد ہوں۔

پھر قربانی کے مسائل کے ساتھ عقیقہ کے مسائل کافی مشابہت رکھتے ہیں، حتیٰ الوسع اس کتاب میں عقیقہ کے تمام مسائل بھی یکجا کر دیے گئے ہیں۔

نیز عشرہ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل سمیت کئی اہم چیزیں اس ایڈیشن میں شامل کی گئی ہیں، جو شائقین علم اور متلاشیانِ حق کی علمی پیاس بجھانے میں ممد و معاون ثابت ہو گی۔

کتاب ہذا میں ہر شرعی مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور غلط مروج مسائل کا ابطال دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس ساری کاوش سے مقصود کتاب و سنت کی ترویج اور قرآن و سنت کی بالادستی کے نظریے کی راہ ہموار کرنا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے مؤلف، اس کے والدین، اساتذۂ کرام اور اہل خانہ کے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ اور توشۂ آخرت بنائے۔ آمین!

فاروق رفیع

قربانی کی تعریف اور حکم

قربانی وہ جانور ہے جو اللہ کی راہ میں قربان کیا جائے۔ ①

صاحب قاموس فرماتے ہیں:

﴿ وَالْقُرْبَانُ بِالضَّمِّ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى ﴾

''قربانی وہ عمل ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔'' ②

انسان میں قربانی کا جذبہ:

تخلیق انسانیت کے آغاز ہی سے انسان میں قربانی کا جذبہ کارفرما ہے اور انسان بارگاہِ الٰہی میں قرب و مقام حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرنے کا خواہاں رہا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [المائدة : ٢٧]

''اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں

---

① فیروز اللغات : ۹۵۳۔

② القاموس المحیط۔

نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا: میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔"

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم ترین سنت:

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم ترین سنت ہے، یہ عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس عمل کو قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے لیے عظیم سنت قرار دیا گیا۔ قرآن حکیم میں منقول ہے کہ جب قوم ابراہیم علیہ السلام نے انھیں ہجرت پر مجبور کیا تو انھوں نے کہا:

﴿ وَ قَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝ۚ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۝ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴾ [الصافات : ۹۹ تا ۱۰۸]

"اور اس نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔ تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا: اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا: اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا

اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔ اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔ اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔"

فوائد:

① نیک اور صالح اولاد کی دعا کرنا مستحسن فعل ہے اور نا امید اور مایوس ہونے کے بجائے بڑھاپے میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید رہنا چاہیے۔

② انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور حالت نیند اور حالت بیداری میں ان کے لیے حکم الٰہی یکساں اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے تیار ہوئے تھے۔

③ تفاسیر میں جو مذکور ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے وقت چہرے کے بل لٹایا تھا، تاکہ چھری پھیرتے وقت شفقت پدری حکم ربانی پر غالب نہ آئے، سراسر باطل اور سیاق قرآن کے مخالف ہے، قرآن حکیم میں تو واضح آیا ہے کہ ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ "غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب گرا دیا۔" جبین سے مراد پیشانی کی ایک جانب ہے، پیشانی نہیں بلکہ پیشانی کے لیے عربی زبان میں لفظ " اَلْجَبْهَةُ " استعمال ہوتا ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① علامہ وحید الزماں بیان کرتے ہیں کہ بعض نے کہا: "جبین وہ مقام ہے جو ابرو کے بال کی جگہ تک ہے، تو ہر آدمی میں دو جبین ہیں، جو چہرے کے دونوں

طرف ہیں۔"[1]

② مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ لکھتے ہیں:

"ہر انسان کے منہ (چہرے) پر دو جبینیں (دائیں اور بائیں) ہوتی ہیں اور درمیان میں پیشانی "جَبۡهَةٌ" اس لیے "لِلۡجَبِيۡنِ" کا زیادہ صحیح ترجمہ "کروٹ پر" ہے۔ یعنی اس طرح کروٹ پر لٹا لیا، جس طرح جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کروٹ پر لٹایا جاتا ہے۔[2]

③ ابن جریر طبری ﷫ "وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ" کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ" (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) نے اسے (سیدنا اسماعیل علیہ السلام) کو چہرے کی ایک جانب گرایا۔" پیشانی کے دائیں اور بائیں جانب دو جبینیں ہوتی ہیں، یوں چہرے کی دو جبینیں اور ان کے درمیان میں پیشانی ہوتی ہے۔[3]

نیز جن روایات میں اسماعیل علیہ السلام کو اوندھے منہ لٹا کر ذبح کرنے کا بیان ہے، وہ روایات کمزور اور ناقابل حجت ہیں۔

① ﴿فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ﴾ کی تفسیر عکرمہ ﷫ یوں بیان کرتے ہیں: "جب دونوں (باپ بیٹا) نے حکم الٰہی بخوشی تسلیم کر لیا اور بیٹا ذبح ہونے اور باپ ذبح کرنے کے لیے راضی ہو گیا تو بیٹے نے عرض کی:

« يَا أَبَتِ : اقْذِفْنِيْ لِلْوَجْهِ، كَيْ لَا تَنْظُرَ إِلَيَّ فَتَرْحَمَنِيْ، وَ أَنَا أَنْظُرُ إِلَى الشُّفْرَةِ فَأَجْزَعُ وَ لَكِنْ أَدْخِلِ الشُّفْرَةَ مِنْ تَحْتِيْ، وَأَمْضِ لِأَمْرِ اللّٰهِ »

---

❶ لغات الحدیث: ١/ ٢٦٤

❷ تفسیر أحسن البیان از صلاح الدین یوسف

❸ تفسیر طبری: ٢١/ ٧٦

"ابو جان! مجھے چہرے کے بل گرائیے تاکہ مجھے دیکھ کر آپ ترس نہ کھائیں اور میں چھری دیکھ کر بے صبرا نہ ہو جاؤں، بلکہ میرے نیچے سے چھری داخل کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو کر گزریے۔"①

② مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ﴿ وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴾ کا معنیٰ ہے کہ انھوں (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) نے اس کا چہرہ زمین پر رکھا تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا:

« لَا تَذْبَحْنِيْ وَ أَنْتَ تَنْظُرُ إِلَى وَجْهِيْ عَسَى أَنْ تَرْحَمَنِيْ وَلَا تَجْهَزَ عَلَيَّ، إِرْبِطْ يَدَيَّ إِلَى رَقَبَتِيْ، ثُمَّ ضَعْ وَجْهِي لِلْأَرْضِ »

"مجھے ذبح کرتے وقت میرے چہرے کی طرف نہ دیکھنا ممکن ہے اس طرح تمھیں مجھ پر ترس آ جائے اور آپ مجھ پر دسترس نہ رکھ سکیں (بلکہ) میرے ہاتھ میری گردن کی طرف باندھو اور میرا چہرہ زمین پر رکھو (پھر چھری چلا دو)۔"②

۳۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴾ کی تفسیر بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: « أَكَبَّهُ عَلَى جَبْهَتِهِ » سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے (سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو) پیشانی کے بل الٹا گرایا۔③

---

① ضعیف: تفسیر طبری: ۲۱/ ۷۶۔
اس کے ضعف کی دو علتیں ہیں:
۱۔ اس سند میں محمد بن حمید بن حیان رازی ضعیف راوی ہے۔ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
۲۔ عکرمہ اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے درمیان انقطاع ہے۔ عکرمہ نے یہ روایت کس سے سنی اور درمیان میں کتنے واسطے ہیں، اس بارے کوئی صراحت نہیں ہے۔

② ضعیف: تفسیر طبری: ۲۱/ ۷۶۔ اس حدیث کا سبب ضعف دو علتیں ہیں: ۱۔ عبد اللہ بن ابی نجیح المکی کی تدلیس ہے۔ ۲۔ مجاہد اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان انقطاع ہے۔

③ ضعیف: تفسیر طبری: ۲۱/ ۷۸۔ اس اثر کی سند کے تمام راوی ضعیف ہیں، جو بالترتیب بیان کیے جاتے ہیں: ۱۔ محمد بن سعد بن محمد بن حسن عطیہ کمزور راوی ہے۔ ۲۔ سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ متساہل ہے۔ ۳۔ حسین بن حسن بن عطیہ بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔ ۴۔ حسن بن عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ ۵۔ عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی ضعیف مدلس راوی ہے۔

لہٰذا راجح مفہوم یہی ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انھیں دائیں کروٹ لٹایا تھا، جیسے جانور کو ذبح کرتے وقت چہرے کی دائیں جانب لٹایا جاتا ہے۔

عظیم ذبیحہ کیا تھا؟:

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو عظیم ذبیحہ عنایت کیا گیا، وہ سفید رنگ کا سینگوں والا خوبصورت مینڈھا تھا، اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی آئندہ حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«ثُمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ، وَ عَلَى إِسْمَاعِيْلَ قَمِيْصٌ أَبْيَضُ، فَقَالَ: يَا أَبَتِ! إِنَّهُ لَيْسَ لِيْ ثَوْبٌ تُكَفِّنُنِيْ فِيْهِ غَيْرُهُ، فَاخْلَعْهُ حَتَّى تُكَفِّنَنِيْ فِيْهِ، فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ فَنُوْدِيَ مِنْ خَلْفِهِ، " أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيْمُ، فَإِذَا بِكَبْشٍ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَعْيَنَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَبِيْعُ هَذَا الضَّرْبَ مِنَ الْكِبَاشِ»

”پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے چہرے کی ایک جانب لٹایا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بدن پر سفید قمیص تھی (اس دوران) انھوں (اسماعیل علیہ السلام) نے عرض کی: ”ابو جان! اس قمیص کے سوا میرا کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفنا سکیں لہٰذا اسے اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔“ چنانچہ وہ قمیص اتارنے لگے تو انھیں پیچھے سے آواز دی گئی۔ اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے۔ اس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے جھانکا تو ناگہاں وہاں انتہائی سفید سینگوں والا بہت خوبصورت مینڈھا تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ”یقیناً ہم (قربانی کے لیے) اس قسم کے

مینڈھے خرید اکرتے تھے۔"[1]

فوائد:

1۔ ابو عاصم غنوی ثقہ راوی ہے، یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا ابو حاتم کا "لاأعرفه" کہنا ان کی ثقاہت میں قادح نہیں۔ (دیکھیے میزان الاعتدال : الجرح و التعدیل)

2۔ حماد بن سلمہ ثقہ اور تدلیس سے بری ہیں۔ [دیکھیے فتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین از زبیر علی زئی، ص: ۱۰۸۔ لہٰذا مسند احمد میں حماد بن سلمہ کا عنعنہ قادح نہیں پھر تاریخ دمشق اور بیہقی میں عنعنہ نہیں بلکہ حماد بن سلمہ کی تحدیث ہے]

ذبیح کون تھے؟:

ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے یا سیدنا اسحاق علیہ السلام، اس بارے علماء کا اختلاف ہے، کچھ علماء سیدنا اسحاق علیہ السلام کو ذبیح خیال کرتے ہیں اور کچھ علماء کی رائے ہے کہ ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے۔ ثانی الذکر علماء کا قول راجح ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے عزم اور ان کے فدیہ میں ذبیحہ ذبح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسحاق علیہ السلام کی ولادت اور نبی ہونے کی بشارت دی، اس واقعہ قربانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ نوید سنائی:

﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [الصافات : ۱۱۲]

"اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو صالحین سے نبی ہوگا۔"

اسی طرح سیدنا اسحاق علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بھی دی گئی:

---

[1] صحیح : مسند أحمد : ۲۹۷/۱، ۲۷۰۷۔ سنن بیهقی : ۱۵٤/۵۔ تاریخ دمشق : ۲۱۰/٦۔

﴿فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ﴾ [هود : ۷۱]

''ہم نے اسے (یعنی سیدہ سارہ کو علیہا السلام) اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔''

سو جس کی ولادت پر نبی ہونے اور اس کے بعد اس کی اولاد سیدنا یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی نوید دی گئی ہو، اس کے بارے قربانی کا حکم بے سود دکھائی دیتا ہے اور اس سے گزشتہ بشارتوں کی نفی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش پر جو بشارت ملی تھی اس میں یہ مذکور تھا:

﴿فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ﴾ [الصافات : ۱۰۱]

''ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) نہایت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔''

یعنی وہ کسی عظیم سانحے اور کڑی آزمائش کے وقت عظیم حوصلے اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے گا اور یہ کردار سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے بحسن و خوبی سرانجام بھی دیا، لہٰذا ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

② سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا حکم مکہ میں ہوا اور سیدنا اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور پیدائش کے بعد بھی ان کا بچپن اور لڑکپن ملک شام میں گزرا تھا۔ جب کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام مکہ میں رہائش پذیر ہوئے اور انھی کے متعلق ذبح کا حکم نازل ہوا تھا۔

③ مسند احمد کی آئندہ حدیث اس تنازع کو دور کرتی ہے کہ ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی تھے کیونکہ اس حدیث میں بصراحت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا نام وارد ہے، جو واضح نص ہے کہ ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی تھے:

« عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعَى، فَسَابَقَهُ فَسَبَقَهُ إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيلُ إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَرَمَاهُ

بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتّٰى ذَهَبَ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْوُسْطٰى، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ، وَ عَلٰى إِسْمَاعِيْلَ قَمِيْصٌ أَبْيَضُ، فَقَالَ : يَا أَبَتِ ! إِنَّهُ لَيْسَ لِيْ ثَوْبٌ تُكَفِّنُنِيْ فِيْهِ غَيْرُهُ، فَاخْلَعْهُ حَتّٰى تُكَفِّنَنِيْ فِيْهِ، فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ فَنُوْدِيَ مِنْ خَلْفِهِ ، أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ ! قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيْمُ فَإِذَا هُوَ بِكَبْشٍ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَعْيَنَ ﴾

’’جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعمیل کا حکم ملا تو مقام سعی کے قریب ان سے شیطان کا سامنا ہوا اور اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے دوڑ کر آگے نکلنے کی کوشش کی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے سبقت لے گئے۔ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام انھیں ’’یعنی ابراہیم علیہ السلام کو‘‘ جمرہ عقبہ کی طرف لے گئے اور شیطان ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اسے سات کنکریاں ماریں، حتیٰ کہ وہ بھاگ گیا، بعد ازاں شیطان سے جمرہ وسطیٰ کے قریب سامنا ہوا اور انھوں نے اسے سات کنکریاں ماریں، اس جگہ اس (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) نے اسے (سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو) چہرے کی ایک جانب لٹایا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیص تھی، اس نے عرض کیا: ’’ابا جان! اس قمیص کے سوا میرا کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے۔ اسے اتار لیجیے تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔‘‘ وہ اسے اتارنے لگے تو ان کے پیچھے سے آواز آئی۔ اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے دیکھا تو ناگہاں وہاں سینگوں والا سفید خوبصورت مینڈھا تھا۔‘‘[1]

[1] صحیح : مسند أحمد : ۱/ ۲۹۷۔ سنن بیهقی : ۵/ ۱۵۴۔ شعب الإیمان للبیهقی : ۳/ ۴۶۴۔ تاریخ دمشق : ۶/ ۲۱۰۔

قربانی کی اہمیت وفضیلت

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل اور اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے، لہٰذا ہر صاحب استطاعت کے لیے قربانی کرنا مستحب فعل ہے۔

قربانی کی فضیلت میں ضعیف روایات:

قربانی کی اہمیت کے متعلق کچھ سخت ضعیف اور موضوع قسم کی روایات منقول ہیں، جنھیں بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے، البتہ ان کا ضعف وغیرہ بیان کرنا مقصود ہو تو ایسی روایات کا بیان کرنا درست ہے، تاکہ لوگوں میں مروجہ ضعیف روایات کا خاتمہ ہو سکے اور بلاتحقیق ضعیف اور موضوع روایات بیان کرنے والوں کا باب بند ہو جائے، قربانی کی اہمیت و فضیلت کے بارے میں ضعیف اور من گھڑت روایات درج ذیل ہیں:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَ أَشْعَارِهَا وَ أَظْلَافِهَا وَ إِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا ﴾

''یوم نحر کو انسان نے خون بہانے سے بہتر کوئی عمل نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو اس سے محبوب ترین ہو، بلاشبہ وہ قربانی کا جانور، روز قیامت اپنے سینگ، بال اور کھریاں لے کر (بطور ثبوت قربانی) حاضر ہوگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اللہ کے ہاں قبولیت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، سو اس قربانی

سے دلی خوشی محسوس کرو۔'' ①

② سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيْ؟ قَالَ : سُنَّةُ أَبِيْكُمْ، إِبْرَاهِيْمَ، قَالُوْا: فَمَا لَنَا فِيْهَا، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ، قَالُوْا : فَالصُّوْفُ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ : بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ))

''یا رسول اللہ ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمھارے والد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔'' انھوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ! ہمارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمھارے لیے ہر بال کے عوض نیکی ہے۔'' انھوں نے پوچھا: ''قربانی کی اون، کھال میں کیا اجر ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اون کے ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔'' ②

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيْرَةٍ فِي يَوْمِ عِيْدٍ))

''روز عید قربانی سے افضل کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔'' ③

---

❶ ضعیف جداً جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی فضل الأضحیة : ۱۴۹۳۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب ثواب الأضحیة : ۳۱۲۶۔ سنن بیهقی : ۹/ ۲۶۱۔ مستدرك حاكم : ۴/ ۲۲۱، ۲۲۲۔ الضعیفة : ۵۲۶۔ سلیمان بن یزید متروک راوی ہے۔

❷ موضوع: مسند أحمد : ۴/ ۳۶۸، ۱۹۳۰۲۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب ثواب الأضحیة : ۳۱۲۷۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۳۸۹۔ الضعیفة : ۵۲۷۔ سنن بیهقی : ۹/ ۲۶۱۔ طبرانی کبیر : ۴۹۳۵۔ یہ روایت من گھڑت ہے، اس کی سند میں عائذ اللہ مجاشعی منکر الحدیث اور ابو داؤد نفیع بن حارث متروک ہے اور یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔

❸ ضعیف جداً : سنن دارقطنی : ۴۸۱۵۔ سنن بیهقی : ۹/ ۲۶۱۔ طبرانی کبیر : ۱۰۷۳۵۔ الضعیفة : ۵۲۴۔ ابراہیم بن یزید خوزی ضعیف اور متہم بالکذب راوی ہے۔

④ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ ضَحّٰی طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَتِهِ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ﴾

''جس نے خوش دلی اور طلب ثواب کی نیت سے اپنی قربانی ذبح کی وہ روز قیامت اس کے لیے جہنم سے حجاب بنے گی۔''[1]

⑤ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! ضَحُّوْا وَاحْتَسِبُوْا بِدِمَائِهَا، فَإِنَّ الدَّمَ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ﴾

''لوگو! قربانی کرو اور ان کے خون سے طلب ثواب کی نیت رکھو، اس لیے کہ بلاشبہ خون زمین پر گرتا ہے، لیکن وہ اللہ کی پناہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔''[2]

⑥ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَا فَاطِمَةُ ! قُوْمِيْ إِلَى أُضْحِيَتِكِ فَاشْهَدِيْهَا، فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دِمِهَا كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيْهِ، وَ قُوْلِيْ : إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ : قَالَ عِمْرَانُ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هَذَا لَكَ وَلِأَهْلِ بَيْتِكَ خَاصَّةً : فَأَهْلُ ذَاكَ أَنْتُمْ : أَمْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً، قَالَ : لَا بَلْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً﴾

---

❶ موضوع : طبراني كبير : ٢٦٧٠۔ الضعيفة : ٥٢٩۔ اس کی سند میں سلیمان بن عمرو نخعی کذاب اور احادیث گھڑنے والا ہے۔

❷ موضوع : طبراني أوسط : ٨٥٥٤۔ الضعيفة : ٥٣٠۔ یہ روایت من گھڑت ہے، اس کی سند میں عمرو بن حصین عقیلی متروک ہے۔

"اے بیٹی! قربانی کی طرف اٹھو اور ذبح کرنے کے مرحلے میں قربانی کے پاس حاضر ہو، اس لیے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے وقت تیرے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے، جو گناہ تو نے کیے ہیں اور اس وقت یہ کلمات کہو: "بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس کے سوا کوئی شریک نہیں اور میں یہ حکم دیا گیا ہوں اور فرماں برداروں میں سے ہوں۔" سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! قربانی سے گناہوں کی تلافی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے لیے خاص ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت سمیت اس کے اہل ہیں یا یہ (گناہوں کی مغفرت) عام ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(یہ اہل بیت کے ساتھ خاص نہیں) بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔"①

⑦ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

﴿ يَا فَاطِمَةُ ! قُوْمِيْ فَاشْهَدِيْ أُضْحِيَتَكِ أَمَا إِنَّ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةً لِكُلِّ ذَنْبٍ أَمَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلُحُوْمِهَا وَ دِمَائِهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا حَتَّى تُوْضَعَ فِي مِيْزَانِكَ ﴾

"اے فاطمہ! اٹھو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو، بلاشبہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے پر تیرے تمام گناہوں کی مغفرت ہے اور روز قیامت قربانی اپنے گوشت اور خون سے ستر گنا (موٹی بنا کر) لائی جائے گی حتیٰ کہ تیرے میزان میں رکھ دی جائے گی۔"②

---

① ضعيف : مستدرك حاكم : ٢٢٢/٤، سنن بيهقي : ٢٣٩/٥، طبراني كبير : ١٥٠٠٢، طبراني أوسط : ٢٦٠٩۔ ثابت بن ابی صفیہ ابوحمزہ ثمالی راوی ہے۔

② ضعيف جدًا : سنن بيهقي : ٢٨٣/٩۔ عمرو بن خالد قرشی متروک راوی ہے اور محمد بن علی بن حسین عن آباء سے روایت کرتا ہے، یہ آباء مجہول ہیں۔

خلاصہ:

قربانی کی فضیلت و اہمیت کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں۔ ابن عربی رحمہ اللہ ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں: قربانی کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔''[1]

قربانی کا حکم:

قربانی واجب ہے یا سنت مؤکدہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، آئندہ سطور میں ہم ہر گروہ کے دلائل اور راجح مسئلہ کی نشاندہی کریں گے۔

قربانی سنت مؤکدہ:

جمہور علماء کا موقف ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کے دلائل حسب ذیل احادیث وآثار ہیں:

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا ، وَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ»

''بلا شبہ ہم اپنے اس (عید الاضحیٰ کے) دن میں سب سے پہلے جس عمل سے آغاز کریں گے، وہ نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس (گھروں میں) پلٹیں گے اور قربانی ذبح کریں گے۔ جس نے یہ عمل (نماز عید کے بعد قربانی) کیا، بالتحقیق اس نے ہماری سنت اختیار کی اور جس نے (نماز عید سے) قبل (جانور) ذبح کیا، یہ محض گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل خانہ کو جلد پیش کیا ہے، اس کی کوئی قربانی نہیں ہے۔''[2]

---

1. تحفة الأحوذی : ٥/ ٦٢۔
2. صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية : ٥٥٤٥۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ١٩٦١۔

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَ مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ، وَ أَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ »

''جس نے نماز سے قبل (قربانی) ذبح کی، اس نے محض اپنی خاطر (جانور) ذبح کیا اور جس نے نماز (عید) کے بعد جانور ذبح کیا تو یقیناً اس کی قربانی پوری ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت پالی۔''[1]

ان احادیث میں '' فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا '' اور ''أَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ '' کے الفاظ دلیل ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔

③ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحَجَّةِ وَ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَ أَظْفَارِهِ »

''جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال (کاٹنے) اور ناخنوں کو (ترشوانے) سے باز رہے۔''[2]

فوائد:

① سید سابق: '' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ: '' أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ '' ''جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو۔'' دلیل ہیں کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔''[3]

② شوکانی: ''قربانی کو ارادہ سے معلق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں۔''[4]

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الأضاحي، باب سنة الأضحية : ٥٥٤٦۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب نهي دخل عليه عشر ذي الحجة، وهو يريد التضحية، أن ياخذ من شعره و أظفاره شيئًا : ١٩٧٧۔ سنن بيهقي : ٢٦٦/٩۔ صحيح ابن حبان : ٥٩١٦۔

❸ فقه السنة : ٣٣/٢۔ ❹ نيل الأوطار : ١١٨/٥۔

③ ابن قدامہ: ''قربانی کے حکم کو ارادہ سے معلق کیا گیا ہے، جب کہ واجب کو ارادہ سے معلق نہیں کیا جاتا، لہٰذا قربانی سنت ہے۔''①

④ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَ سَمَّى وَ كَبَّرَ، وَ وَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

''نبی ﷺ نے سینگوں والے سفید و سیاہ رنگ کے انتہائی جاذب نظر دو مینڈھے قربانی کے لیے ذبح کیے، آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت « بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ » کہا اور اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔''②

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے فعل سے زیادہ سے زیادہ اس عمل کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ ﷺ کا دائمی فعل سنت مؤکدہ ہوتا ہے۔ سید سابق نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔③

سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا عمل:

ابوسریحہ غفاری رحمہ اللہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

« أَدْرَكْتُ أَبَا بَكْرٍ أَوْ رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يُضَحِّيَانِ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُقْتَدَى بِهِمَا »

''میں نے سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ اس بات کی ناگواری کی وجہ سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ (اس مسئلہ میں) ان کی اقتدا نہ کی جائے۔''④

---

❶ المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۱۱/۹۵۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح: ۵۵۶۵۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة: ۱۹۶۶۔

❸ فقه السنه: ۲/۳۳۔

❹ صحیح: سنن بیهقی: ۹/۲۶۵۔ إروا الغلیل: ۱۱۳۹۔

فائدہ:

سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا قربانی نہ کرنا قربانی کے مسنون ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اگر قربانی فرض ہوتی تو شیخین کبھی بھی اس عمل کو ترک نہ کرتے اور نہ لوگوں میں اس کے عدم وجوب کا تاثر پیدا کرتے۔

ایک ضعیف اثر کا بیان:

ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول اثر جو قربانی کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے، ضعیف ہے۔ ابو وائل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

«إِنِّیْ لَأَدَعُ الْأَضْحٰی وَ إِنِّیْ لَمُوْسِرٌ، مَخَافَةَ أَنْ یَرَی جِیْرَانِی أَنَّهُ حَتْمٌ عَلَیَّ»

"میں آسودہ حال ہونے کے باوصف اس ڈر سے قربانی چھوڑ دیتا ہوں کہ میرے ہمسائے یہ خیال نہ کریں کہ قربانی مجھ پر فرض ہے۔"①

علماء کے اقوال وآراء:

① ابوعیسیٰ امام ترمذی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«وَالْعَمَلُ عَلَی هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْأُضْحِيَةَ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ، وَلٰكِنَّهَا سُنَّةٌ مِنْ سُنَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُعْمَلَ بِهَا، وَ هُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ»

"علماء اس موقف پر عمل پیرا ہیں کہ قربانی کرنا واجب نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

① ضعیف : سنن بیهقی : ۹/۲٦٥۔ مصنف عبد الرزاق : ۸۱٤۹۔ اس سند میں سفیان ثوری اور سلیمان بن مہران اعمش کی تدلیس ہے۔

سنتوں میں سے ایک سنت ہے، جس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔" ①

② امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری کتاب الاضاحی کے شروع میں یہ باب " بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَةِ " "قربانی کے مسنون ہونے کا باب" باندھ کر قربانی کے مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے قربانی کے وجوب کے قائلین کی مخالفت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

③ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"کسی بھی صحابی سے بسند صحیح قربانی کا وجوب ثابت نہیں جب کہ جمہور علماء سے قربانی کا غیر واجب ہونا ثابت ہے۔ البتہ قربانی شرائع دین میں سے ہے، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف نہیں ہے اور شافعیہ اور جمہور علماء کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے اور ایک توجیہہ ہے کہ شافعیہ اسے فرض کفایہ تسلیم کرتے ہیں۔"

④ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مالدار مقیم پر قربانی واجب ہے، مالک رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں، لیکن انھوں نے مقیم کی قید نہیں لگائی اور اوزاعی، ربیعہ اور لیث سے بھی یہی قول منقول ہے، پھر احناف میں سے ابو یوسف نے (ابو حنیفہ کی) اور اشہب مالکی نے (امام مالک) کی مخالفت اور جمہور علماء کے موقف کی موافقت کی ہے۔

⑤ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"استطاعت اور آسودہ حالی کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ ہے اور ان سے قربانی کے وجوب کا قول بھی منقول ہے۔ محمد بن حسن شیبانی بیان کرتے ہیں: قربانی ایسی سنت ہے جسے ترک کرنے کی رخصت نہیں۔"

⑥ طحاوی کہتے ہیں: "ہم اسی (قول محمد بن حسن شیبانی کے) قول کو مذہب بناتے ہیں

---

① جامع ترمذی، تحت حدیث: ۱۵۰۶۔

اور قربانی کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔" ①

⑦ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"علماء کا مالدار شخص پر قربانی کے وجوب کے متعلق اختلاف ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں: "صاحب حیثیت شخص کے لیے قربانی کرنا مسنون ہے اور اگر ایسا شخص بغیر کسی عذر کے قربانی نہ کرے تو نہ یہ گناہ گار ہوگا اور نہ اس پر قضا لازم ہوگی۔" سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا بلال، ابومسعود رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیب، اسود، عطاء، مالک، احمد، ابویوسف، اسحاق، ابوثور، مزنی، ابن منذر اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ ②

⑧ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔ ③

⑨ سید سابق: "قربانی سنت مؤکدہ ہے اور استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ فعل ہے۔" ④

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

"صاحب استطاعت کے حق میں قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی دلیل سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے سینگوں والے سفید اور سیاہ رنگ کے دو مینڈھے قربانی کیے۔" ⑤

راجح موقف:

اوپر بیان کردہ احادیث و آثار، جمہور علما کی رائے اور محدثین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔

❶ فتح الباری : ۱۰/ ٦۔
❷ شرح النووی : ۱۳/ ۱۰۹۔ المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر : ۱۱/ ۹۵۔
❸ نیل الأوطار : ٥/ ۱۱۷۔
❹ فقہ السنۃ : ۲/ ۳۳۔
❺ بخاری : ٥٥٦٥۔ مسلم : ۱۹٦٦۔ فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ : ۹/ ٤۱۳۔

قربانی کے وجوب کے دلائل اور ان کا جائزہ:

قربانی کے وجوب کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الکوثر : ۲]

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے۔''

فوائد:

① علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ یوم نحر کو قربانی ذبح کی جائے۔''[1]

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ نماز سے فرض نماز اور نحر سے عید الاضحیٰ کے دن قربانی ذبح کرنا مقصود ہے۔[2]

اس آیت سے قربانی کا وجوب متعین کرنے کی کوئی واضح نص نہیں۔ البتہ اس آیت سے یہ مفہوم کشید کرنا کہ اس آیت میں قربانی وغیرہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کی جائے یہ حکم بہتر اور قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔

---

❶ تفسیر طبری : ۲۴/ ٦٥٤۔ علی بن ابی طلحہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔ تقریب التهذیب۔

❷ ضعیف جدًا : تفسیر طبری : ۲۴/ ٦٥٣۔

یہ روایت مسلسل بالضعفاء ہے:

۱۔ محمد بن سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ۔	ضعیف
۲۔ سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ	متساہل
۳۔ حسین بن حسن بن عطیہ	بالاتفاق ضعیف
۴۔ حسن بن عطیہ عوفی	ضعیف
۵۔ عطیہ بن سعد بن جنادہ	ضعیف مدلس

① شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وجوب کے قائلین مذکورہ آیت سے قربانی کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں کہ امر وجوب کے متقاضی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ (اس امر سے قربانی کی فرضیت مقصود نہیں بلکہ) اس سے مقصود قربانی کو رب تعالیٰ کے لیے خاص کرنا ہے، بتوں کے لیے نہیں، سو امر کا رخ اس اہم مسئلہ کی طرف ہے اور نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنے کے وجوب میں کوئی شک نہیں ہے۔“①

② محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ اس آیت ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں: ”لوگ (مشرکین) غیر اللہ کے لیے نماز پڑھتے اور غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے تھے، سوائے محمد! جب ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو آپ ﷺ کی نماز اور قربانی فقط میرے (یعنی رب تعالیٰ کے) لیے ہونی چاہیے۔“②

③ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس آیت میں بھی ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی مثل حکم ہے کہ آپ ﷺ اپنی نماز اور قربانی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیں۔ چونکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ سو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشرکین کی مخالفت کرنے اور ان کے باطل طریقے سے انحراف کا حکم دیا ہے اور عبادت و قربانی میں اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنے پر

---

❶ نیل الأوطار: ٥/١١٨۔

❷ حسن: تفسیر طبری: ٢٤/٦٥٤۔ ابو صخر حمید بن زیاد الخراط صدوق راوی ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

زور دیا ہے۔" ①

④ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تمام تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:
"ان تفسیری اقوال میں سے راجح قول یہ ہے کہ اس آیت میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو بیش قیمت انعام اور خیر کثیر سے نوازا ہے، اس کا شکر ادا کرتے ہوئے آپ ﷺ جھوٹے خداؤں اور معبودانِ باطلہ کے سوا خالص رب تعالیٰ کے لیے نمازیں پڑھیے اور بتوں کے بجائے محض اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کیجیے۔" ②

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَ لَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا»

"جس کے پاس قربانی کی طاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب ہرگز نہ پھٹکے۔" ③

یہی روایت سنن دارقطنی میں ایک دوسری سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا»

"جو طاقت رکھے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ پھٹکے۔" ④

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "اس حدیث کے موقوف و مرفوع ہونے میں اختلاف ہے اور طحاوی وغیرہ کا قول ہے کہ اس روایت کا موقوف ہونا راجح ہے، بالفرض اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تب بھی یہ قربانی کے وجوب کی صریح دلیل نہیں ہے۔ (بلکہ یہ قربانی کی تاکید پر دلالت کرتی ہے)۔" ⑤

---

❶ تفسیر ابن کثیر۔
❷ تفسیر طبری: ۲۴/ ۶۵۵۔
❸ ضعیف: مسند أحمد: ۲/ ۳۲۱۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة ھی ام لا: ۳۱۲۳۔ مستدرك حاکم: ۴/ ۲۳۲۔ عبداللہ بن عیاش قتبانی ضعیف ہے۔
❹ ضعیف جدًا: سنن دارقطنی۔ اس سند میں عمرو بن حصین عقیلی متروک ہے۔
❺ فتح الباری: ۱۰/ ۶۔

③ سیدنا مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 يَأَيُّهَا النَّاسُ : عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَةٌ وَ عَتِيْرَةٌ 》

''لوگو! ہر سال ہر گھرانے پر قربانی اور عتیرہ ''رجب کے مہینے جانور ذبح کرنا'' فرض ہے۔''[1]

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

《 أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْعَتِيْرَةِ، وَ كَانَتْ ذَبِيْحَةً يَذْبَحُوْنَهَا فِي رَجَبَ، فَنَهَاهُمْ عَنْهَا، وَ أَمَرَهُمْ بِالْأُضْحِيَةِ 》

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتیرہ سے منع فرمایا۔ عتیرہ ایک ذبیحہ تھا جسے لوگ رجب میں ذبح کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (عتیرہ) سے منع کیا اور انھیں قربانی کا حکم دیا۔''[2]

⑤ سیدنا مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 عَلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ أَنْ يَذْبَحُوْا شَاةً فِي كُلِّ رَجَبٍ، وَ فِي كُلِّ أَضْحًى شَاةٌ 》

''ہر گھرانے پر لازم ہے کہ وہ ہر رجب میں ایک بکری ذبح کریں اور ہر عید قربان میں ایک بکری ہے۔''[3]

---

❶ ضعيف : سنن أبي داود، كتاب الضحايا، باب ما جاء في إيجاب الأضاحي : ٢٧٨٨۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحي، باب الأضحية في كل عام : ١٥١٨۔ سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة أم لا : ٣١٢٥۔ مسند أحمد : ٥/٧٦۔ عامر ابو رملہ مجہول راوی ہے۔

❷ ضعيف : مسند بزار : ٧٨٣٢۔ عبداللہ بن لہیعہ مختلط اور مدلس راوی ہے۔

❸ ضعيف جدًا : مصنف عبد الرزاق : ٨٠٠١۔ مسند أحمد طبراني كبير : ٧٤٠۔ عبدالکریم بن ابی المخارق متروک اور حبیب بن مخنف مجہول راوی ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ پر قربانی واجب تھی؟

گزشتہ بحث میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔ یہ حکم بلا تخصیص عام ہے اور عام مسلمانوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی قربانی مستحب ہی تھی، واجب نہیں تھی۔ البتہ کچھ روایات میں بیان ہے کہ قربانی نبی ﷺ کے لیے واجب اور عام اہل اسلام کے لیے مسنون ہے، لیکن ایسی تمام روایات نا قابل حجت اور غیر ثابت ہیں، ذیل میں ہم کچھ روایات پیش کریں گے:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثٌ هُنَّ عَلَيَّ فَرَائِضُ وَ هُنَّ لَكُمْ تَطَوُّعٌ : اَلنَّحْرُ، وَالْوِتْرُ، وَ رَكْعَتَا الضُّحَى ﴾

''تین چیزیں، قربانی، وتر اور چاشت کی دو رکعتیں مجھ پر فرض اور تمھارے لیے غیر واجب ہیں۔''[1]

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أُمِرْتُ بِرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَ لَمْ تُؤْمَرُوْا بِهَا، وَ أُمِرْتُ بِالْأَضْحَى وَ لَمْ تُكْتَبْ ﴾

''میں چاشت کی دو رکعتوں کا حکم دیا گیا ہوں اور تمھیں اس نماز کا حکم نہیں اور مجھے قربانی کا حکم دیا گیا لیکن یہ تم پر واجب نہیں ہے۔''[2]

③ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أُمِرْتُ بِالْوِتْرِ وَالْأَضْحَى، وَ لَمْ يُعْزَمْ عَلَيَّ ﴾

---

❶ ضعيف : مسند أحمد : ۱/ ۲۳۱۔ مستدرك حاكم : ۱/ ٤٤١۔ سنن دارقطني: ۱٦٥٠۔ ابو جناب یحییٰ بن ابی حیہ ضعیف اور مدلس ہے۔

❷ ضعيف : مسند أحمد : ۱/ ۳۱۷، ۱/ ۲۳۲۔ جابر بن یزید جعفی ضعیف راوی ہے۔

''میں وتر اور قربانی کا حکم دیا گیا ہوں، لیکن (یہ چیزیں) مجھ پر فرض نہیں کی گئیں۔'' ①

قربانی کا مقصد:

قربانی کا پہلا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، اس کا قرب تلاش کرنا اور تقویٰ کا حصول ہونا چاہیے، قربانی میں کسی مخلوق کی رضا تلاش کرنا یا اللہ کے سوا کسی اور کی خوشنودی چاہنا ناجائز اور روح قربانی کے متضاد ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔'' [الأنعام : ١٦٢]

فوائد:

① حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس آیت میں آپ ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ﷺ مشرکین جو غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں کو آگاہ کیجیے کہ آپ ﷺ کی عبادت اور قربانی کا طریقہ مشرکین سے مختلف ہے، کیونکہ آپ کی نماز محض رضائے الٰہی کے لیے اور قربانی فقط ایک اللہ کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، نیز مذکورہ آیت کا حکم، اس آیت: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ''آپ ﷺ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' کی مثل ہے، اس آیت میں بھی حکم ہے کہ آپ ﷺ اپنی نماز اور قربانی خالص اللہ کے لیے انجام دیں۔

---

① ضعیف جدًا : مصنف عبد الرزاق : ٤٥٧٢۔ سنن دارقطنی : ٢١/٢۔ ضعیف الجامع : ١٢٦٠ ، عبداللہ بن محرر الجزری متروک راوی ہے۔

چونکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے سو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرکین کی پر زور مخالفت کرنے اور ان کے باطل عقائد سے یکسر انحراف کا حکم دیا ہے اور عبادت و قربانی میں اخلاص پیدا کرنے پر زور دیا ہے۔ [1]

② قربانی کا دوسرا اہم مقصد نفس کی تطہیر اور تقویٰ کا حصول ہے، قربانی سے دلوں کا تقویٰ ہی اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

''اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔'' [الحج : ٣٧]

لہٰذا قربانی میں ذاتی تشہیر اور ریاکاری کا عمل دخل نہ ہو اور اسی طرح قربانی میں خلاف شرعی امور اور رب تعالیٰ کو ناراض کرنے والے برے افعال سے اجتناب کیا جائے، تاکہ قربانی شرفِ قبولیت حاصل کر سکے۔

قبولیت قربانی کی شرطیں:

قبولیتِ قربانی کی بنیادی شرطیں دو ہیں:

① تقویٰ وللّٰہیت:

تقویٰ اور پرہیز گاری قربانی کی قبولیت کی اہم شرط ہے اور قربانی کی قبولیت میں تقویٰ اور رضائے الٰہی کا حصول بنیادی حیثیت کا حامل ہے اور اگر قربانی میں شہرت اور دکھلاوا مقصود ہو تو ایسی قربانی رد کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا احوال بیان کرتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ

❶ تفسیر ابن کثیر، سورۃ الأنعام : ١٦٢۔

يَتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

''اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا: میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا: بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔'' [المائدة : ٢٧]

یہ آیت واضح نص ہے کہ قربانی کی قبولیت میں تقویٰ اہم شرط ہے اور اگر تقویٰ کا حصول مطلوب نہ ہوا تو قربانی قبول نہیں ہو گی۔

④ رزق حلال:

جس شخص کی آرزو ہے کہ اس کی قربانی کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کے ذرائع آمدن حلال کمائی پر مشتمل ہوں اور قربانی کا جانور حلال کمائی سے خریدا گیا ہو، حرام کھانے والے اور حلال مال میں حرام کی آمیزش کرنے والے کی قربانی قبول نہیں ہوتی، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ، فَقَالَ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ٥١] وَ قَالَ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرة : ١٧٢] ثُمَّ ذَكَرَ، الرَّجُلُ، يُطِيْلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ ! يَا رَبِّ ! وَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَ غُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ »

''لوگو! بلا شبہ اللہ پاک ہے اور وہ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو وہی حکم دیا جو انبیاء و رسل کو حکم ارشاد کیا، فرمایا: ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً جو تم کرتے ہو، میں اسے خوب جاننے والا ہوں۔'' اور اہل ایمان سے کہا: ''اے مؤمنو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمھیں رزق دی ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے بیان فرمایا: ''ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور قدم غبار آلود ہیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یا رب! یا رب! پکارتا ہے، جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام ہے اور اسے حرام غذا دی گئی، پس ایسے شخص کی دعا کیونکر قبول ہوگی؟'' [1]

فوائد:

① اس حدیث میں حلال مال سے خرچ کرنے کی ترغیب اور حرام مال سے خرچ کرنے کی ممانعت ہے۔ [2]

② قربانی اور زکاۃ و صدقات کی قبولیت کے لیے رزق حلال شرط ہے اور حرام مال سے دی گئی قربانی اور زکاۃ و صدقات بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب : ١٠١٥۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورة البقرة : ٢٩٨٩۔ مسند أحمد : ٣٢٨/٢۔

❷ شرح النووی : ٩٩/٧۔ تحفة الأحوذی : ٢٢٩/٨۔

قربانی کے احکام ومسائل

غیر اللہ کے نام کی قربانی:

درج ذیل آیات میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربانی کرنے کا حکم ہے۔

① اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔'' [الأنعام : ١٦٢]

② دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الكوثر : ٢]

''پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے خالص رضائے الٰہی کے حصول کے لیے قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور مشرکین جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے ان کی مخالفت کا حکم ہے، نیز غیر اللہ کے نام پر جانور قربان کرنا حرام اور شریعت کی نظر میں ایسا شخص ملعون ہے۔

③ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَ لَعَنَ

اللّٰهُ مَنْ آوَىٰ مُحْدِثًا، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ»

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے، جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اللہ اس پر لعنت کرے، جو شخص بے دین کو پناہ دے اللہ اس پر لعنت کرے اور اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو زمین کی علامات تبدیل کرے۔'' ①

فوائد:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے سے مقصود غیر اللہ کے نام یعنی بت، صلیب، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یا کعبہ کی خاطر جانور ذبح کرنا ہے، قربانی کی یہ تمام صورتیں حرام ہیں اور ایسا ذبیحہ کھانا حلال نہیں، خواہ ذبح کرنے والا مسلم، عیسائی یا یہودی ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ایسے ذبیحوں کی حرمت پر نص بیان کی ہے اور شافعیہ کا ایسے ذبیحوں کی حرمت پر اتفاق ہے۔ پھر ذبح کرنے والا اگر غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کے ساتھ مذبوح لہ ''جس مقدس ہستی کی خاطر جانور ذبح کیا جا رہا ہے'' کی تعظیم وعبادت کا اعتقاد رکھے تو ایسا، اعتقاد کفر ہے اور ذبح کرنے والا اگر اس عمل سے قبل مسلمان ہو تو اس باطل عمل کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا۔'' ②

مذکورہ بحث کو اگر مزید گہرائی سے دیکھیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما اور پیر و مرشد کے نام پر جانور ذبح کرنا اور ان مقدس ہستیوں کی رضا کی خاطر قربانی کرنا حرام اور شرک ہے، جس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پنجتن پاک سمیت کسی ولی، پیر، مرشد کے نام کی قربانی کرنے سے گریز کیا جائے اور خالص رضائے الٰہی کے لیے قربانی کی جائے۔

---

① صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله : ١٩٧٨۔ سنن نسائي، كتاب الضحايا، باب من ذبح لغير الله : ٤٤٢٧۔

② شرح النووي : ١٣/ ١٤٠۔

قربانی کی رقم صدقہ کرنا:

کفار، یہود و نصاریٰ اور بعض نام نہاد مسلمان دانشور یہ شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں کہ مسلمان جتنا مال عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانیوں کی مد میں خرچ کرتے ہیں، اگر اتنا مال ہسپتالوں کی تعمیر، رفاہِ عامہ کے کاموں اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے تو انسانی زندگی میں بہتری آ سکتی، غربت کا خاتمہ ہو سکتا اور زندگی کی ضروری سہولتوں سے عام انسان بھی بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ یہ زہریلا پراپیگنڈہ اتنے زور و شور سے کیا جاتا ہے کہ عام مسلمان ان کے بہکاوے میں آ کر اسلام کی اس عظیم سنت کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، لیکن ذرا غور کیجیے اگر قربانی کی مد میں خرچ ہونے والا مال انسانی فلاح و بہبود کے لیے افضل اور موزوں تر ہوتا تو نبی ﷺ کے دور میں سسکتی اور بدحال انسانیت کی خاطر قربانی کے بجائے فلاح انسانیت کے لیے رقم خرچ کرنا افضل قرار پاتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا ہمیشہ قربانی کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس عظیم سنت کو قائم و دائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی افضل و اَولیٰ ہے۔

① ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَالْأُضْحِيَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ بِقِيْمَتِهَا"

''عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا قربانی کی قیمت صدقہ کرنے سے افضل ہے۔''

احمد، ربیعہ اور ابو الزناد کا یہی موقف ہے۔

② قربانی کرنا اس لیے افضل ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی کی اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے قربانی کی ہے اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ قربانی کی قیمت صدقہ کرنا افضل ہے تو آپ ﷺ اور خلفائے راشدین قربانی کی سنت چھوڑ کر یہ رقم صدقہ و خیرات کرتے۔

③ نیز قربانی کی رقم صدقہ کرنے کو قربانی پر ترجیح دینا اس لیے درست نہیں کیونکہ اس

سے نبی کریم ﷺ کی عظیم سنت چھوٹتی ہے۔ (جو کسی بھی اعتبار سے بہتر نہیں) [1]

نیز انسانی فلاح اور سسکتی اور مفلوک الحال انسانیت کی بہبود کے لیے اسلام کا بہترین نظام نظام زکوۃ ہے، جسے عملی جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں، لیکن اس نظام کی استواری کفار، یہود و نصاریٰ اور نام نہاد مسلم دانشوروں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ پھر دکھی انسانیت کی بھلائی کے لیے کفار کا اپنا کردار کیا ہے اور کیا کفار یہود و نصاریٰ اپنے تہوار ترک کرنے اور ان پر خرچ ہونے والے مال کو صدقہ و خیرات کرنے اور انسانی بہبود پر صرف کرنے کے لیے تیار اور عمل پیرا ہیں؟ جب وہ منسوخ شریعتوں کے تہوار منانے اور ان پر خرچ ترک کرنے کے لیے آمادہ نہیں تو اسلام کی عظیم سنت (قربانی) ترک کرنا کیسے درست ہے۔ سو کفار کے اس زہریلے پراپیگنڈے کے مقابلے میں اہل اسلام کو پرزور طریقے سے اس سنت پر عمل پیرا رہنا چاہیے اور دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے، اسی میں اہل اسلام کی خیر و بقا کا راز مضمر ہے۔

قربانی کرنے والے کے لیے ضروری امور:

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بالوں اور ناخنوں کو نہ چھیڑے، تاوقتیکہ قربانی نہ کر لے، قربانی ذبح کرنے کے بعد اس کا بال اتارنا اور ناخن تراشنا جائز و مباح ہے، دلائل حسب ذیل ہیں:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ، وَ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ بَشَرِهِ شَيْئًا ﴾

''جب دس ذوالحجہ (یعنی ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے) کا آغاز ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے بال اور جلد کے کسی حصہ کو نہ

[1] المغنی لابن قدامه مع الشرح الكبير: ۱۱/۹۶۔

چھوئے (یعنی بدن کے کسی حصہ سے بال نہ اتروائے)۔''①

دودھیل جانور قربان نہ کیا جائے:

جس کے پاس دودھیل جانور ہی ہو وہ اسے ذبح نہ کرے۔عید الاضحیٰ کے دن نبی ﷺ کے بتائے ہوئے نسخے 'عید الاضحیٰ کے دن بال کاٹنا، ناخن تراشنا، مونچھیں پست کرنا، زیرِ ناف بال مونڈھنا، پر عمل کرنے سے مکمل قربانی کا اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ، قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِيحَةً أُنْثَى أَ فَأُضَحِّي بِهَا، قَالَ: لَا وَلٰكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَ أَظْفَارِكَ وَ تَقُصُّ شَارِبَكَ، وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾

''مجھے یوم الاضحیٰ کو عید کا حکم دیا گیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید قرار دیا ہے۔'' اس پر ایک شخص نے عرض کیا: ''بتائیے! اگر میں صرف دو دودھیل بکری ہی پاؤں تو کیا اسے ذبح کر دوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تم (روزِ عید) اپنے بال کاٹ لینا، ناخن تراش لینا، مونچھیں پست کر لینا اور زیر ناف بال مونڈھ لینا (یہ عمل) اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری پوری قربانی شمار ہوگا۔''②

فائدہ:

جس شخص کے، پاس قربانی کے لیے صرف دودھیل جانور ہے اور وہ قربانی کا ارادہ

---

① المغنی لا بن قدامه مع الشرح الکبیر : ۱۱/ ۹۷۔

② حسنٌ : سنن أبی داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی إیجاب الأضاحی : ۲۷۸۹۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من لم یجد الأضحیة : ۴۳۷۰۔ مسند أحمد : ۲/ ۱۶۹۔ صحیح ابن حبان : ۵۹۱۴۔ یحییٰ بن ہلال صدفی صدوق راوی ہے۔

رکھتا ہے تو وہ ایسا جانور ذبح کرنے کے بجائے قربانی کا اجر وثواب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ حدیث الباب میں مذکور طریقے پر عمل کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

حج میں قربانی کرنا:

حج کے موقع پر قربانی کرنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور حجاج کرام کا اس سنت پر عمل کرنا مستحب فعل ہے۔

① ابو طفیل رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

« يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَ أَنَّ ذٰلِكَ سُنَّةٌ »

''آپ کی قوم سمجھتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ہے اور یہ سنت ہے، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انھوں نے سچ کہا ہے۔ بے شک جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کا حکم دیا گیا تو مقام سعی پر شیطان ان کے سامنے آیا، اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو سیدنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے نکل گئے، پھر جبرئیل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جمرہ عقبہ کی طرف لے گئے اور شیطان ان کے سامنے تو آیا تو اسے سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ شیطان بھاگ گیا، بعد ازاں شیطان جمرہ وسطیٰ کے قریب سامنے آیا تو انھوں نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں، پھر انھوں نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کی ایک جانب لٹایا اور اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیص تھی، انھوں نے عرض کی: ''ابا جان! میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے۔'' (لہٰذا یہ قمیص اتار لیجیے) سیدنا ابراہیم علیہ السلام وہ قمیص اتارنے لگے تو پیچھے سے آواز آئی، اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے۔ انھوں نے

مڑ کر دیکھا تو ناگہاں وہاں سفید مینڈھا تھا۔ [1]

② سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع (کے موقع پر قربانی ذبح کی) اور مجھے ارشاد فرمایا:

﴿ أَصْلِحْ هٰذَا اللَّحْمَ، قَالَ : فَأَصْلَحْتُهُ، فَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ مِنْهُ حَتّٰى بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ ﴾

''اس گوشت کو محفوظ کرو۔ ثوبان کہتے ہیں: چنانچہ میں نے اسے محفوظ کیا، پھر آپ اس سے مسلسل کھاتے رہے، حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ گئے۔'' [2]

فوائد:

① حج کے موقع پر قربانی کرنا درست ہے اور حجاج کرام دورانِ حج عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کر سکتے ہیں۔

② قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا جائز ہے۔ اگر کسی شخص نے کئی قربانیاں کی ہوں تو کسی ایک قربانی کا مکمل گوشت ذخیرہ کرنا جائز و مباح ہے۔

③ شافعی کہتے ہیں: قربانی تمام لوگوں کے لیے اور منیٰ میں موجود حاجی کے لیے بھی مسنون ہے، ابو ثور کا بھی یہی موقف ہے۔ [3]

حاجی کا اہل خانہ کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا:

حج کرنے والا حج میں شریک اپنے اہل خانہ کی طرف سے بھی قربانی کر سکتا ہے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

---

1. صحيح : مسند أحمد : ٢٩٧/١ـ سنن بيهقي : ١٥٤/٥ـ تاريخ دمشق : ٢١٠/٦ـ
2. صحيح مسلم، كتاب الأضاحي : ١٩٧٥ـ سنن أبو داوٗد، كتاب الأضاحي، باب في المسافر يضحي : ٢٨١٤ـ
3. شرح ابن بطال : ١١/٤ـ

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ خَرَجْنَا لَانَرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَنَا أَبْكِي، فَقَالَ : مَا لَكِ، أَ نَفِسْتِ، قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ، كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ قَالَتْ : وَ ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ ﴾

''ہم خالص حج کے ارادے سے نکلے اور جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی، پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا ہے؟ کیا تو حیض میں مبتلا ہوگئی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم زادیوں پر یہ امر لکھ دیا ہے، سو تو وہ اعمال کر جو حج کرنے والا کرتا ہے، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (عید الاضحیٰ کے دن) اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔''[1]

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ أُتِيْتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ كَثِيْرٍ فَطُرِحَ فِي بَيْتِيْ، فَقُلْتُ : مَا هٰذَا ؟ قَالُوْا : ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ ﴾

'' (دوران حجۃ الوداع) جب یوم نحر تھا، میرے پاس گائے کا کثیر گوشت لایا گیا اور میرے گھر میں رکھ دیا گیا، میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں (گوشت لانے والوں) نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔''[2]

❶ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن : ۲۹٤۔
❷ حسن : مسند أحمد : ۲۷۲/٦۔

فوائد:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گائے کا ذبح کرنا قربانی کے لیے تھا۔[1]

② حج میں شامل اہل خانہ کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا مسنون ہے۔

مسافر کا قربانی کرنا:

مقیم کی طرح مسافر کے لیے قربانی کرنا مشروع ہے، البتہ علماء کا مسافر کے لیے قربانی کی مشروعیت کے مسئلہ میں اختلاف ہے، ذیل میں علماء کے مذاہب نقل کرنے کے بعد ہم راجح موقف کی نشاندہی کریں گے۔

مذاہب وآراء:

① شافعیہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ جیسے مقیم کے لیے قربانی مسنون ہے، اسی طرح مسافر کے لیے بھی قربانی مشروع ہے۔

② ابراہیم نخعی اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ مسافر پر قربانی نہیں ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

③ مالک اور علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ مسافر کے لیے منیٰ اور مکہ میں قربانی مشروع نہیں۔[2]

راجح موقف:

اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف راجح ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] فتح الباری: ۱۰/ ۸۔

[2] شرح النووی: ۱۳/ ۱۳۳۔ عون المعبود: ۸/ ۲۷۔

« ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ: « يَا ثَوْبَانُ: أَصْلِحْ لَحْمَ هٰذِهِ، فَلَمْ أَزَلْ أُطْعِمُهُ مِنْهَا حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ »

''(حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی ذبح کی پھر فرمایا: اے ثوبان! اس کا گوشت ذخیرہ کر لو۔ بعد ازاں میں آپ ﷺ کو مسلسل اس سے کھلاتا رہا، حتیٰ کہ آپ ﷺ مدینہ پہنچ گئے۔''①

فوائد:

① قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا اور اسے زادِ راہ بنانا جائز ہے۔

② سفر کے لیے سامان سفر ذخیرہ کرنا اور زادِ راہ لینا توکل میں قادح نہیں اور ایسا شخص توکل کے زمرے سے خارج نہیں ہوتا۔

③ مسافر کے لیے قربانی ایسے ہی مشروع ہے، جیسے مقیم کے لیے اور ہمارا (شافعیہ کا) اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔②

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ حَاضَتْ بِسَرِفَ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ وَ هِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ: مَا لَكِ، أَ نَفِسْتِ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ، كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كُنَّا بِمِنًى، أُتِيْتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

① صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في أول الإسلام: ١٩٧٥- سنن أبي داؤد، كتاب الأضاحي، باب في المسافر يضحي: ٢٨١٤-

② شرح النووي: ١٣/ ١٣٤- عون المعبود: ٨/ ٢٧-

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ»

''وہ مکہ داخل ہونے سے قبل مقام سرف پر حیض سے دو چار ہو گئیں اور نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تجھے کیا ہے؟ تو حیض میں مبتلا ہو گئی ہے؟'' انھوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے یہ امر (حیض) آدم زادیوں پر لکھ دیا ہے۔ سو حج کرنے والا جو اعمال کرے وہ اعمال کر، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا'' (عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) پھر جب ہم (دس ذوالحجہ کو) منیٰ میں تھے، میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیسا گوشت ہے؟'' انھوں (گوشت لانے والوں) نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔''①

فوائد:

① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب ''بَابُ الْأُضْحِيَةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَآءِ'' (مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کا بیان) قائم کر کے مسافر کے لیے قربانی کا جواز بیان کیا ہے۔

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اس عنوان میں اشارہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسافر کے لیے قربانی مشروع نہیں، ان کا موقف خلاف سنت ہے۔②

③ ابن بطال رحمہ اللہ حدیث الباب کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شافعی کہتے ہیں: ''قربانی تمام لوگوں کے لیے مسنون ہے اور منیٰ میں حج کرنے والے پر بھی قربانی مشروع

---

① صحيح بخاري، كتاب الأضاحي، باب الأضحية للمسافر : ٥٥٤٨۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام : ١٢١١۔

② فتح الباري : ٨/١٠۔

ہے، ابوثور کا بھی یہی موقف ہے اور شافعی کی دلیل اوپر بیان کردہ حدیث ہے۔''[1]

④ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَ فِي الْبَعِيْرِ عَشَرَةً))

''ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر میں تھے اور عید آ گئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔''[2]

یہ حدیث بھی واضح نص ہے کہ حالت سفر میں قربانی کرنا جائز اور حالت اقامت کی طرح سنت مؤکدہ ہے۔

---

❶ شرح ابن ابطال : ۱۱/ ۴۔

❷ حسن : جامع سنن ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی الأضحية : ۱۵۰۱۔ صحیح ابن حبان : ۴۰۰۷۔ صحیح ابن خزیمة : ۲۹۰۸۔ علباء بن احمر صدوق اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

میت کو قربانی میں شامل کرنا

میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز نہیں، کیونکہ میت کو قربانی میں شریک کرنے کے جواز کے بارے صحیح مسلم کی جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے وہ استدلال درست نہیں، ذیل میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور اس سے اخذ کیا جانے والا استدلال پیش خدمت ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَ يَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَ يَنْظُرُ فِي سَوادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ : هَلُمِّي الْمُدْيَةَ، ثُمَّ قَالَ : اِشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ، ثُمَّ أَخَذَهَا، وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ : بِاسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحّٰى بِهِ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے ایسے مینڈھے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا (یعنی اس کے ہاتھ پاؤں سیاہ تھے) سیاہی میں بیٹھتا (اس کا پیٹ سیاہ تھا) اور سیاہی میں دیکھتا (یعنی اس کی آنکھیں سیاہ تھیں) ہو۔ پھر (ان صفات کا حامل) مینڈھا ذبح کرنے کے لیے لایا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "چھری لاؤ۔" بعد ازاں آپ ﷺ نے ارشاد کیا کہ اسے پتھر پر تیز کرو۔ انھوں نے (اس حکم کی) تعمیل کی، بعد ازاں آپ ﷺ نے چھری پکڑی، پھر مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا

اس کے بعد اسے ذبح کرنے لگے تو یہ کلمات کہے: (بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ، تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ) ''اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول فرما۔'' پھر اسے ذبح کر دیا۔'' ①

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی میں امت محمد ﷺ کو بھی شریک کیا ہے اور امت محمد ﷺ میں کئی فوت شدگان بھی تھے جو آپ ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ لہٰذا میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، یہ استدلال سراسر باطل اور بے سروپا ہے، کیونکہ الفاظ حدیث میں تو امت محمد ﷺ کو قربانی میں شریک کرنے کا ذکر ہی نہیں۔ حدیث میں تو فقط اتنا وارد ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے محمد ﷺ آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبولیت قربانی کی دعا کی ہے، انھیں قربانی میں شریک نہیں کیا۔

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

صحیح مسلم والی حدیث سے زندہ (لوگ) مراد ہیں، پھر صحیح مسلم کے لفظ ہیں:

﴿وَ أَخَذَ الْكَبْشَ، فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ﴾

''اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل اور آل اور امت محمدیہ کی طرف سے قربانی کی، اس میں تو ذبح کے بعد اپنی، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبولیت کی دعا کا تذکرہ ہے۔'' ②

پھر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، وہ احادیث ضعیف ہیں۔

---

① صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب استحباب الضحية : ١٩٦٧ـ سنن أبى داؤد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا : ٢٧٩٢ـ

② أحكام و مسائل از حافظ عبد المنان نور پورى : ١/ ٤٤٤، ٤٤٥ـ

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ سَمِيْنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَذَبَحَ أَحَدَهُمَا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيْدِ وَ شَهِدَلِيَ الْبَلَاغَ﴾

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹے تازے، چتکبرے، سینگوں والے دو خصی مینڈھے ذبح کیے اور ایک کو ذبح کیا تو (یہ کلمات) کہے: ''اے اللہ! (یہ قربانی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کے ان افراد کی طرف سے ہے، جنھوں نے تیری توحید کی گواہی دی ہے اور میری تبلیغ کے گواہ ہیں۔''①

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿ أُتِيَ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ عَظِيْمَيْنِ مَوْجُوْءَيْنِ، فَأَضْجَعَ أَحَدَهُمَا وَ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ أَضْجَعَ الْآخَرَ فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ، مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيْدِ وَ شَهِدَ لِيَ الْبَلَاغَ ﴾

''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چتکبرے، سینگوں والے، موٹے تازے، دو خصی مینڈھے لائے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو لٹایا اور (ذبح کرتے وقت یہ کلمات) کہے: ''بسم اللہ واللہ اکبر، اے اللہ! (یہ قربانی) محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا مینڈھا لٹایا اور اسے ذبح کرتے وقت یوں گویا ہوئے: ''اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! (یہ قربانی)

① ضعیف : مستدرك حاكم : ٤/ ٢٢٧، ٢٢٨۔ سنن بيهقي : ٩/ ٢٨٧۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحي، باب أضاحي رسول الله ﷺ : ٣١٢٢۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب، ہاشمی ضعیف راوی ہے، دیکھیے تحریر تقریب التہذیب۔

محمد ﷺ اور اس کی امت کے ان افراد کی طرف سے جنھوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میری تبلیغ کی شہادت دی۔"①

③ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

《أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ سَمِيْنَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَإِذَا صَلَّى وَ خَطَبَ النَّاسَ، أُتِيَ بِأَحَدِهِمَا وَهُوَ قَائِمٌ فِي مُصَلَّاهُ، فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ بِالْمُدْيَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ! إِنَّ هَذَا عَنْ أُمَّتِيْ جَمِيْعًا مِمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيْدِ وَ شَهِدَ لِيْ بِالْبَلَاغِ، ثُمَّ يُؤْتِيْ بِالْآخَرِ فَيَذْبَحُهُ بِنَفْسِهِ وَ يَقُوْلُ: هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فَيُطْعِمُهُمَا جَمِيْعًا الْمَسَاكِيْنَ، وَ يَأْكُلُ هُوَ وَ أَهْلُهُ مِنْهُمَا》

"بے شک رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو موٹے تازے، سینگوں والے، چتکبرے مینڈھے خریدتے پھر جب آپ ﷺ نماز (عید) پڑھتے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے تو ایک مینڈھا لایا جاتا حالانکہ آپ ﷺ اپنی نماز کی جگہ پر کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ خود اسے چھری سے ذبح کرتے اور یہ (کلمات) کہتے: اے اللہ! یہ (قربانی) میری امت کے ان تمام افراد کی طرف سے ہے جنھوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میرے پیغام پہنچانے کی شہادت دی۔ پھر دوسرا مینڈھا لایا جاتا، آپ ﷺ اسے خود ذبح کرتے اور کہتے: "یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔" پھر آپ ﷺ ان دونوں جانوروں کا گوشت مساکین کو بھی کھلاتے، خود بھی تناول کرتے اور آپ ﷺ کے اہل خانہ

① ضعیف: مسند أبي يعلى: ۱۷۹۲۔ سنن بيهقي: ۹/۲٦۸ عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب ہاشمی ضعیف راوی ہے۔

بھی ان سے کھاتے۔“ ①

ایسی تمام مطلق روایات جن سے فوت شدگان کو قربانی میں شامل کرنے کی دلیل لی جاتی ہے وہ ضعیف ہیں۔ نیز اوپر بیان کردہ صحیح مسلم کی روایت میں منقول الفاظ: (بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ، تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ) ”اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔“ ②

اور سنن ابی داؤد میں مینڈھے ذبح کرتے وقت نبی ﷺ سے منقول یہ الفاظ: ” اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ بِسْمِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ “ ”اے اللہ! (یہ قربانیاں) تیرا عطیہ اور محمد ﷺ اور اس کی امت کی جانب سے تیرے لیے ہیں، اللہ کے نام سے اور وہ سب سے بڑا ہے۔ ③

ان روایات سے یہ استدلال کرنا کہ چونکہ نبی ﷺ نے امت کو قربانی میں شریک کیا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے بعض امتی وفات پا چکے تھے، لہٰذا میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے۔ یہ استدلال کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① یہ مطلق روایت ہے اور اصول فقہ کا معروف قاعدہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں مقید اور مطلق روایات منقول ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ آئندہ عنوان کے تحت منقول روایت مقید ہے اور اس میں آپ ﷺ کی طرف سے ان زندہ افراد کو قربانی میں شریک کرنا ثابت ہے، جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

---

① ضعيف : مسند أحمد : ٣٩١/٦- طبراني كبير : ٩١٥- سنن بيهقي : ٢٥٩/٩- عبداللہ بن محمد بن عقیل ضعیف راوی ہے۔

② صحيح مسلم : ١٩٦٧-

③ حسن : سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا : ٢٧٩٥- سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحي، باب أضاحي رسول الله ﷺ : ٣١٢١- مسند أحمد : ٣٧٥/٣- صحيح ابن خزيمه : ٢٨٩٩- مستدرك حاكم : ١٦٦٩- صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں محمد بن اسحاق کے سماع کی تصریح موجود ہے، لہٰذا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

② امت کے ایسے زندہ افراد جو قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، ان کی طرف سے قربانی کرنا خاصۂ رسول ہے، کسی عام امتی کو اس کی اجازت نہیں، لہٰذا قربانی میں میت کو بلا ثبوت شامل نہیں کیا جا سکتا۔

زندہ افراد کو قربانی میں شامل کرنا:

رسول اللہ ﷺ کا امت کے ان زندہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا ثابت ہے، جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى لِلنَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ وَ صَلَاتِهِ دَعَا بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ وَ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ عَنِّيْ وَ عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ »

''یقیناً رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو لوگوں کو نماز (عید) پڑھائی اور جب آپ ﷺ خطبہ اور عید سے فارغ ہوئے، آپ ﷺ نے ایک مینڈھا منگوایا، اسے خود ذبح کیا اور (ذبح کرتے وقت) یہ کلمات کہے: ''بسم اللہ، اللہ اکبر، اے اللہ! یہ (قربانی) میری اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکے۔''[1]

فوائد:

① یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی میں امت کے ان افراد کو شریک کیا، جو قربانی دینے سے قاصر تھے۔ لہٰذا مطلق روایت سے یہ ثابت کرنا کہ آپ ﷺ نے امت

---

[1] حسن: سنن بیہقی: ۹/۲۶٤۔ مستدرك حاکم: ٤/۲۲۹۔ دارقطنی: ٥٤٤، ٥٤٥۔ مطلب بن عبداللہ بن مطلب بن حنطب صدوق مدلس ہیں، لیکن اس روایت میں ان کے سماع کی تصریح ہے، تدلیس کا ازالہ ہو گیا اور تدلیس کی علت ختم ہونے کی وجہ سے روایت حسن ہے۔

کے فوت شدگان کو بھی قربانی میں شامل کیا تھا، سراسر باطل ہے۔ بلکہ حدیث الباب صریح نص ہے کہ قربانی میں امت کے صرف ان زندہ افراد کو شامل کیا گیا جو قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

② جب آپ ﷺ کی طرف سے دی گئی قربانی میں امت کے تمام زندہ افراد کو شامل نہیں کیا گیا تو مردوں کو قربانی میں شریک کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔

امت کو قربانی میں شریک کرنا خاصہ رسول:

امت کے زندہ افراد کو قربانی میں شریک کرنا نبی ﷺ کا خاصہ و امتیاز ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گھر والوں کو قربانی میں شامل کرنا تو ثابت ہے، لیکن کسی صحابی سے قربانی میں امت کو شریک کرنا ثابت نہیں۔

عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" تَضْحِيَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُمَّتِهِ وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَتِهِ مَخْصُوْصٌ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَ أَمَّا تَضْحِيَتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَ آلِهِ فَلَيْسَ مَخْصُوْصٌ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْسُوْخٌ، وَالدَّلِيْلُ عَلَى ذٰلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا يُضَحُّوْنَ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا عَرَفْتَ، وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ التَّضْحِيَةُ عَنِ الْأُمَّةِ، وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَتِهِ اَلْبَتَّةَ "

"امت کی طرف سے قربانی کرنا اور انھیں اپنی قربانی میں شریک کرنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے، لیکن اپنی طرف سے اور اہل خانہ کی طرف قربانی کرنا نہ آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص اور نہ یہ عمل منسوخ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحا

کرام ؓ اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ کی طرف ایک بکری قربانی کرتے رہے ہیں، لیکن کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے امت کی طرف سے قربانی کی ہے یا کبھی کسی نے امت کے افراد کو قربانی میں شریک کیا ہے۔''[1]

میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنا:

میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنا جائز نہیں، کیونکہ میت کی طرف سے باقاعدہ قربانی کرنے کی روایات ضعیف ہیں۔

① احنش ؒ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّيْ عَنْهُ »

''میں نے سیدنا علی ؓ کو دیکھا وہ (قربانی پر) دو مینڈھے (ایک اپنی طرف سے اور دوسرا نبی ﷺ کی طرف سے) ذبح کرتے تھے۔'' میں نے انھیں پوچھا: ''یہ کیوں؟'' اس پر انھوں نے بتایا: ''بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں، اس لیے میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔''[2]

② عاصم بن شریب ؒ بیان کرتے ہیں:

---

[1] تحفة الأحوذی: ٥/ ٦٩۔

[2] ضعیف: سنن أبی داوٗد، کتاب الضحایا، باب الأضحیة عن المیت: ٢٧٩٠۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الأضحیة عن المیت: ١٤٩٥۔ مسند أحمد: ١/ ١٠٧۔ مسند أبی یعلی: ٤٥٩۔ مستدرك حاكم: ٤/ ٢٥٥۔ شریک بن عبد اللہ قاضی ضعیف مدلس ہے اور ابو الحسناء مجہول راوی ہے۔

﴿ أُتِيَ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ وَ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُمَّ مِنْكَ، وَ لَكَ، وَ مِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَتَصَدَّقَ بِهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِكَبْشٍ آخَرَ فَذَبَحَهُ فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَ مِنْ عَلِيٍّ لَكَ ﴾

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا، انھوں نے اسے ذبح کیا (اور ذبح کرتے وقت یہ کلمات) کہے: اللہ کے نام سے، اے اللہ! تیری توفیق سے اور تیرے لیے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیرے لیے ہے، پھر اس کے بارے حکم دیا اور اسے صدقہ کر دیا۔'' بعد ازاں دوسرا مینڈھا لایا گیا، انھوں نے اسے ذبح کیا اور یہ کلمات کہے: ''اللہ کے نام کے ساتھ تیری توفیق سے اور تیرے لیے ہے۔ (یہ قربانی) علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تیرے لیے ہے۔''①

عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'' لَمْ أَجِدْ فِي التَّضْحِيَةِ عَنِ الْمَيِّتِ مُنْفَرِدًا حَدِيْثًا صَحِيْحًا، وَ أَمَّا حَدِيْثُ عَلِيٍّ الْمَذْكُوْرُ فِي الْبَابِ فَضَعِيْفٌ كَمَا عَرَفْتَ ''

''میت کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنے کے بارے مجھے ایک بھی صحیح حدیث نہیں ملی اور اس مسئلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مذکور حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ تمھیں معلوم ہے۔''②

لہٰذا میت کو قربانی میں شریک کرنا یا میت کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا جائز نہیں۔

① ضعیف : سنن بیهقی : ۹/ ۲۸۷، عاصم بن شریب مجہول راوی ہے۔
② تحفة الأحوذی : ۵/ ۶۰۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانوروں کی تفصیل:

قربانی کے لیے بھیمۃ الأنعام 'اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری کا ہونا شرط ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جنس کی قربانی کتاب وسنت کی رو سے مشروع نہیں۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

① قربانی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج : ٣٤]

''اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے، تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔''

② دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج : ٢٨]

''تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔''

مذکورہ بالا آیات میں قربانی کے مخصوص جانوروں 'بھیمۃ الانعام' کا بیان ہوا ہے، 'بھیمۃ الانعام' (پالتو چوپاؤں) سے کون سے چوپائے مراد ہیں، اس بھیمۃ الانعام کی توضیح قرآن

میں دوسرے مقام پر ہوئی ہے کہ پالتو چوپاؤں سے مقصود اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری ہیں:
ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾ [الأنعام: ۱٤۲، ۱٤۳، ۱٤٤]

”اور چوپاؤں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (پیدا کیے)۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں رزق دیا اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ آٹھ قسمیں، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟“

تفسیر:

یہ آیت دلیل ہے کہ بهيمة الأنعام کا اطلاق چوپاؤں کی چار اقسام اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری پر ہی ہوتا ہے۔

① ابن جریر طبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((وَ أَمَّا النَّعَمُ، فَإِنَّهَا عِنْدَ الْعَرَبِ اسْمٌ لِلْإِبِلِ وَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ خَاصَّةً))

”أنعامٌ، نَعَمٌ کی جمع ہے۔ اور اہل عرب کے نزدیک نَعَمٌ، بالخصوص اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کا نام ہے۔“①

① تفسیر طبری: ۹/ ٤٥۷۔

② حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''بھیمۃ الأنعام سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے، اور حسن بصری رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔''①

③ امام قرطبی رحمہ اللہ سورۂ حج، آیت (۲۸) کی تشریح بیان کرتے ہیں:

«وَالْأَنْعَامُ هُنَا الْإِبِلُ، وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ، وَ بَهِيْمَةُ الْأَنْعَامِ هِيَ الْأَنْعَامُ»

''یہاں انعام سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے اور بھیمۃ الانعام اور انعام ہم معنی الفاظ ہیں۔''②

④ شوکانی رحمہ اللہ، سورۂ حج کی آیت (۲۸) کی شرح میں لکھتے ہیں:

''بھیمۃ الانعام اونٹ گائے اور بھیڑ بکری ہے اور بھیمۃ الانعام سے مراد انعام ہی ہے۔''③

پھر سورۂ حج، آیت ۳۴: ﴿عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: '' وَ فِيْهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْقُرْبَانَ لَا يَكُوْنُ إِلَّا مِنَ الْأَنْعَامِ دُوْنَ غَيْرِهَا '' اس آیت میں اشارہ ہے کہ قربانی صرف انعام اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی ہوتی ہے اور ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہیں ہوتی۔''④

⑤ نواب صدیق حسن خان بیان کرتے ہیں:

''(قربانی کے لیے) انعام کی قید اس لیے لگائی گئی کہ انعام کے سوا کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں، اگرچہ اس کا کھانا حلال ہے۔''⑤

---

❶ تفسیر ابن کثیر : ۲/۸۔
❷ تفسیر قرطبی : ۱۲/٤٤۔
❸ فتح القدیر : ۵/۱۱۵۔
❹ فتح القدیر : ۵/۱۱۵۔
❺ ترجمان القرآن : ۷٤۱۔

⑥ " وَ إِنَّمَا خُصَّ بَهِيْمَةُ الْأَنْعَامِ، لِأَنَّهَا الْمَشْرُوْعَةُ فِي الْقُرَبِ "

" (قربانی کے لیے) بھیمۃ الانعام کا ذکر خاص اس لیے کیا گیا ہے، کیونکہ بھیمۃ الانعام ہی کی قربانی مشروع ہے۔"①

⑦ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قربانی میں فقط بھیمۃ الانعام 'اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری، کفایت کرتے ہیں، اس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

اور بھیمۃ الانعام سے مراد، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے۔②

⑧ سید سابق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" وَلَا تَكُوْنُ إِلَّا مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَلَا تُجْزِئُ مِنْ غَيْرِ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ، يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: لِيَذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ "

" قربانی صرف اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی ہوتی ہے اور ان جنسوں کے سوا کسی اور جانور کی قربانی کفایت نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔"②

درج بالا آیات اور مفسرین کے اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ چار جانوروں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی قربانی مشروع ہے اور اس کے علاوہ کسی اور حلال جانور کی قربانی قبول نہیں، لہٰذا قربانی کے لیے انھی چار اجناس کے چوپاؤں میں سے کسی چوپائے کا انتخاب کیا جائے، نیز نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی انھی چوپاؤں، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کی قربانی ثابت ہے۔

---

❶ زاد المسير: ٤/ ٣٨٣۔

❷ المغني لابن قدامه الشرح الكبير: ١١/ ١٠٠۔

❸ فقه السنة: ٢/ ٣٤۔

لہٰذا قرآن وسنت، تعامل صحابہ اور اقوال مفسرین کھلی دلیل ہیں کہ انھی جانوروں کی قربانی مشروع ہے اور ان چار اجناس کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی کے جواز کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود نہیں، لہٰذا مبنی بر احتیاط اور راجح موقف یہی ہے کہ ان جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہ کی جائے۔

بھینس کی قربانی کا حکم:

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے بالتفصیل وضاحت کی ہے کہ کتاب وسنت اور فقہاء و مفسرین کے اقوال کی رو سے صرف چار اقسام کے چوپاؤں، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کی قربانی جائز ہے اس کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی مشروع نہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک بھینس کی قربانی جائز ہے اور ان کا یہ جواز کسی آیت وحدیث سے ماخوذ نہیں، بلکہ بھینس کی قربانی کے جواز کی دلیل ہدایہ شریف کی یہ عبارت ہے: "وَ یَدْخُلُ فِی الْبَقَرِ الْجَامُوْسُ لِاَنَّهُ مِنْ جِنْسِهِ" "اور بھینس گائے (کے حکم) میں داخل ہے، کیونکہ بھینس گائے کی جنس سے ہے۔" لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

① صاحب ہدایہ کی عبارت ہی دلیل ہے کہ بھینس اور گائے کی اجناس مختلف ہیں، کیونکہ جو چیز حکماً کسی اور جنس میں داخل ہو، اس کی جنس اس چیز سے یقیناً مختلف ہوتی ہے۔

② احناف کی اپنی عبارات اس بات کی گواہ ہیں کہ بھینس گائے کی جنس نہیں، بلکہ بھینس اور گائے کی جنسیں مختلف ہیں، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب در المختار میں مذکور ہے کہ "وَلَا یَعُمُّ الْبَقَرُ الْجَامُوْسَ" گائے بھینس کو عام نہیں (یعنی جنس گائے میں بھینس شامل نہیں ہے)۔[1]

حاشیہ ردالمختار کا مصنف اس عبارت کی شرح میں لکھتا ہے:

---

[1] در المختار: ٤/ ٨٠۔

" وَلَا يَعُمُّ الْبَقَرُ الْجَامُوْسَ " (گائے بھینس کو شامل نہیں)۔

" أَيْ فَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْمَ بَقَرٍ وَلَا يَحْنَثُ بِأَكْلِ الْجَامُوْسِ كَعَكْسِهِ لِأَنَّ النَّاسَ يُفَرِّقُوْنَ بَيْنَهُمَا، قِيْلَ يَحْنَثُ لِأَنَّ الْبَقَرَ أَعَمُّ، وَ الصَّحِيْحُ الْأَوَّلُ كَمَا فِي النَّهْرِ عَنِ التَّاتَارِخَانِيَّةِ "

''یعنی اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ گائے کا گوشت نہیں کھائے گا تو بھینس کا گوشت کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اسی طرح کوئی بھینس کا گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے تو گائے کا گوشت کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ کیونکہ لوگ گائے اور بھینس کی اجناس میں فرق کرتے ہیں۔''

ایک (ضعیف) قول ہے کہ اس عمل سے اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ گائے عام ہے، جس میں بھینس شامل ہے، لیکن پہلا قول راجح ہے، جیسا کہ 'النھر' میں فتاویٰ تاتار خانیہ سے منقول ہے۔''[1]

② ہدایہ کی معروف شرح 'فتح القدیر' میں منقول ہے:

" وَالْبَقَرُ لَا يَتَنَاوَلُ الْجَامُوْسَ لِلْعُرْفِ "

''عرف عام میں بھینس گائے کی جنس میں شامل نہیں ہے۔''[2]

جب خود احناف بھینس کو گائے کی جنس تسلیم نہیں کرتے تو ایسے مختلف الجنس چوپائے کو قربانی کے ان چوپاؤں میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے جن کے بارے کتاب وسنت میں واضح نص بیان ہوئی ہے۔

---

1 حاشیہ رد المختار : ٤/ ٨٠۔

2 فتح القدیر : ١١/ ٢٧٦۔

حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال کیا بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں کتاب و سنت کے دلائل سے وضاحت فرما دیں؟

جواب جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں، ان کے ہاں دلیل بس یہی ہے کہ لفظ بقر اس (بھینس) کو بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقر پر قیاس کرتے ہیں اور معلوم ہے کہ گائے کی قربانی رسول اللہ ﷺ کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے، لہٰذا گائے کی قربانی کی جائے جو رسول اللہ ﷺ سے تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم ①

مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا فتویٰ:

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''ائمہ اسلام کے ہاں جاموس (بھینس) کا جنس بقر سے ہونا مختلف فیہ ہے، مبنی بر احتیاط اور راجح موقف یہی ہے کہ بھینس کی قربانی نہ کی جائے، بلکہ مسنون قربانی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سے کی جائے، جب یہ جانور موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے مشتبہ امور سے اجتناب ہی کرنا چاہیے اور دیگر بحث و مباحثے سے بچنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔'' ②

قربانی کے جانور کا دو دانتا ہونا:

قربانی کے جانوروں کا دو دانتا ہونا شرط ہے اور اگر قربانی کے دو دانتے جانور دستیاب ہوں تو قربانی کے لیے انھی (دو دانتے) جانوروں کا انتخاب لازم ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① أحکام و مسائل از عبد المنان نور پوری: ۱/ ٤٤٠۔

② أحکام و مسائل از مبشر احمد ربانی، ص: ٥١١۔

﴿ لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ﴾

''تم (قربانی میں) محض دو دانتا جانور ہی ذبح کرو، البتہ اگر (دو دانتا کا حصول) تمھارے لیے مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کرو۔''[1]

تحقیق الحدیث:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے (سلسلة الضعيفة تحت حديث : ٦٥۔ ارواء الغليل : ١١٤٥ اور ہدایۃ الرواۃ وغیرہ) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور سبب ضعف ابوزبیر مکی کی تدلیس بیان کی ہے، لیکن ان کا مذکورہ حدیث کو ضعیف قرار دینا دو وجوہ سے درست نہیں ہے۔

① بخاری و مسلم میں مدلس کی تدلیس قادح نہیں، صحیحین میں منقول مدلسین کی معنعن روایات کے بارے امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" وَاعْلَمْ أَنَّ مَا كَانَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنِ الْمُدَلِّسِيْنَ بِعَنْ وَ نَحْوِهَا، مَحْمُوْلٌ عَلَى ثُبُوْتِ السَّمَاعِ مِنْ جِهَةٍ أُخْرَى "

''بلاشبہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں مدلسین سے عن اور اس جیسے تدلیس کے دیگر الفاظ سے منقول روایت دوسرے طرق سے ثبوت سماع پر محمول ہے۔''

(لہٰذا بخاری و مسلم میں مدلس کا عنعنہ صحت حدیث میں قادح نہیں)[2]

② پھر مستخرج ابی عوانہ میں ابوزبیر مکی کے سماع کی صراحت موجود ہے، لہٰذا تدلیس کا شائبہ بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے، سو اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے کسی قسم کے شک و

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب سن الأضحية : ١٩٦٣۔ سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما يجوز في الضحايا من السن : ٢٧٩٧۔ سنن نسائي، كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة : ٤٣٨٣۔ سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب ما يجزئ من الأضاحي : ٣١٤١۔ مستخرج أبي عوانه : ٦٣٣٨۔

❷ شرح النووي : فصل في التدليس : ١/١٥٣۔

شبہ میں مبتلا نہ ہوا جائے۔

مُسِنَّہ کی تعریف :

① امام نووی رحمہ اللہ مُسِنَّہ کی توضیح میں بیان کرتے ہیں:

" قَالَ الْعُلَمَاءُ : اَلْمُسِنَّةُ هِيَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ، فَمَا فَوْقَهَا "

"مسنہ اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری میں سے دو دانتا یا اس سے بڑی عمر کا جانور ہے۔"[1]

② شوکانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ علماء بیان کرتے ہیں:

" اَلْمُسِنَّةُ هِيَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ فَمَا فَوْقَهَا، وَ هٰذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْجَذَعُ وَلَا يُجْزِئُ إِلَّا إِذَا عَسُرَ عَلَى الْمُضَحِّي وُجُوْدُ الْمُسِنَّةِ "

"مسنہ اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری میں سے دو دانتا یا اس سے بڑی عمر کا جانور ہے اور (حدیث الباب میں واضح) صراحت ہے کہ بھیڑ کے کھیرے کی قربانی صرف اس صورت میں جائز اور کافی ہے جب قربانی کرنے والے پر دو دانتے جانور کا حصول مشکل ہو جائے۔"[2]

③ "اَلثَّنِيُّ اور اَلْمُسِنَّہ" مترادف المعنیٰ الفاظ ہیں اور "اَلثَّنِيُّ اور اَلْمُسِنَّہ" اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے اگلے دو دانت گر گئے ہوں۔

فوائد:

① دو دانتے، چار دانتے، چھ دانتے وغیرہ جانور کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ وہ ان عیوب

---

❶ شرح النووی : ۱۳/ ۱۱۷۔

❷ نیل الأوطار : ۵/ ۱۲۰۔

سے پاک ہو، جن سے پاک ہونا صحت قربانی کی شرط ہے۔

② دو دانتا جانور کی باسہولت دستیابی کی صورت میں دو دانتا جانور کی قربانی کرنا لازم ہے۔

③ امیر یمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَا يُجْزِئُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ إِلَّا عِنْدَ تَعَسُّرِ الْمُسِنَّةِ"

"حدیث الباب دلیل ہے کہ بھیڑ کا کھیرا کسی بھی صورت قربانی کے لیے درست نہیں، البتہ دو دانتا جانور ملنا مشکل ہو تو بھیڑ کا کھیرا جائز ہے۔"[1]

مسنہ کی عدم دستیابی کی صورت میں:

اگر اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری کا دو دانتا جانور ملنا مشکل ہو تو عسرت و تنگی اور مجبوری کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز ہے، دلائل آئندہ احادیث ہیں:

① سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ»

"تم (قربانی میں) صرف دو دانتا ہی ذبح کرو، البتہ اگر (دو دانتا کا حصول) تمھارے لیے مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کرو۔"

② کلیب بن شہاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

---

❶ سبل السلام: ١٣٥٦/٤۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحیة: ١٩٦٣۔ سنن أبی داود، کتاب الضحایا، باب ما یجوز فی الضحایا من السن: ٢٧٩٧۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة: ٤٣٨٣۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب ما یجزئ من الأضاحی: ٣١٤١۔ مستخرج أبی عوانه: ٦٣٣٨۔

﴿ كُنَّا فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا يَشْتَرِي الْمُسِنَّةَ بِالْجَذَعَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ لَنَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ، كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ هٰذَا الْيَوْمُ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَطْلُبُ الْمُسِنَّةَ بِالْجَذَعَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْجَذَعَ يُوْفِي مِمَّا يُوْفِي مِنْهُ الثَّنِيُّ ﴾

''ہم سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ آ گئی، چنانچہ ہم میں سے ہر شخص دو یا تین (بھیڑ کے) کھیروں کے عوض دو دانتا (بکری) خریدنے لگا، اس پر مزینہ قبیلے کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں محوِ سفر تھے کہ یہ دن (عید قربان) آ گیا اور ہر شخص دو یا تین (بھیڑ کے) کھیروں کے بدلے دو دانتا (بکری) طلب کرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلا شبہ بھیڑ کا کھیرا اس کام کو پورا کرتا ہے، جسے دو دانتا (بکری) پورا کرتی ہے۔'' [1]

③ کلیب بن شہاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے بیان کیا:

﴿ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْأَضْحَى بِيَوْمَيْنِ نُعْطِي الْجَذَعَتَيْنِ بِالثَّنِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْجَذَعَةَ تُجْزِئُ مَا تُجْزِئُ مِنْهُ الثَّنِيَّةُ ﴾

''ہم نبی ﷺ کے ہمراہ تھے اور عید الاضحیٰ سے دو روز قبل دو دانتا (بکری) کے عوض (بھیڑ کے) دو کھیرے دیتے تھے (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک (بھیڑ کا) کھیرا اس (قربانی) سے کفایت کرتا ہے، جس سے دو دانتا

---

❶ حسن: سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة: ٤٣٨٨۔ مستدرک حاکم: ٢٢٦/٤۔ عاصم بن کلیب اور کلیب بن شہاب صدوق راوی ہیں۔

(بکری) کافی ہے۔" ①

فوائد:

① دو دانتا جانور باسہولت میسر نہ آنے کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز ہے۔

② دو دانتا کے میسر نہ آنے کی دو صورتیں ہیں: ① منڈی میں دو دانتا نایاب ہو۔ ② منڈی میں دو دانتا جانور کے نرخ انتہائی تیز ہوں۔

بصورت دیگر دو دانتا جانور کے باسہولت میسر آنے کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز نہیں۔

دو دانتا جانور باآسانی میسر آجائے تو......:

اگر دو دانتا جانور باآسانی میسر ہو تو بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز نہیں، بھیڑ کے کھیرے کی قربانی صرف اس وقت جائز ہے، جب دو دانتا جانور کا حصول مشکل ہو، مطلق بھیڑ کا کھیرا کافی نہیں، نیز بھیڑ کے کھیرے کے مطلق جواز کے بارے مروی روایات ضعیف اور غیر مستند ہیں۔

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«نِعْمَ أَوْ نِعْمَتِ الْأُضْحِيَةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ ، فَانْتَهَبَهَا النَّاسُ»

"بہترین قربانی بھیڑ کا کھیرا ہے (یہ سن کر) لوگ بھیڑ کے کھیرے کو تیزی سے خریدنے لگے۔" ②

② سیدنا ہلال بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ حسن : سنن نسائي، كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة : ٤٣٨٩۔ سنن بيهقي : ٩/ ٢٧١۔ مسند أحمد : ٥/ ٣٦٨۔

❷ ضعيف : جامع ترمذي، أبواب الأضاحي، باب ما جاء في الجذع من الضأن في الأضاحي : ١٤٩٩۔ مسند أحمد : ٢/ ٤٤٤۔ سنن بيهقي : ٩/ ٢٧١، کدام بن عبد الرحمٰن السلمی اور ابو کباش السلمی مجہول راوی ہیں۔

« يَجُوزُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ أُضْحِيَةً »
''قربانی میں بھیڑ کا کھیرا جائز ہے۔'' ①

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَيْفَ رَأَيْتَ عِيدَنَا؟ فَقَالَ: لَقَدْ تَبَاهَى بِهِ أَهْلُ السَّمَاءِ، اِعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ! أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الضَّأْنِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْمَعْزِ، وَأَنَّ الْجَذَعَ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْبَقَرِ، وَ أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الضَّأْنِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ ذِبْحًا خَيْرًا مِنْهُ فَدَى بِهِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ »

''جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے (انھیں) پوچھا: ''ہماری عید کے بارے بتایئے (تم اس کی منزلت کیا محسوس کرتے ہو؟'') انھوں نے کہا: ''عید پر آسمان کے فرشتے باہم فخر کرتے ہیں، اے محمد! جان لو کہ بھیڑ کا کھیرا بکری کے دو دانتا سے بہتر ہے، بھیڑ کا جذعہ، گائے کے دو دانتا سے افضل ہے اور بھیڑ کا جذعہ اونٹ کے دو دانتے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اس (بھیڑ کے کھیرے) سے بہتر کوئی ذبیحہ سمجھتے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو فدیہ میں وہ جانور دیتے۔'' ②

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْمَعْزِ »

---

❶ ضعيف : مسند أحمد : ٣٦٨/٦۔ سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب ما يجزئ من الأضاحي : ٣١٣٩۔ سنن بيهقي : ٢٧١/٩۔ محمد بن ابی یحییٰ اسلمی کی والدہ مجہولہ ہیں۔

❷ ضعيف : مستدرك حاكم : ٢٢٢/٤، ٢٢٣۔ مسند بزار : ١٢٠٧۔ اسحاق بن ابراہیم حنینی ضعیف راوی ہے۔

”بھیڑ کا کھیرا بکری کے دو دانتا سے افضل ہے۔“ ①

جذعہ (بھیڑ کے کھیرے) کی عمر کا بیان:

جذعہ کی عمر کی تعیین کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں:

① جمہور علماء کے نزدیک بھیڑ کا جذعہ وہ ہے جس کی عمر ایک سال مکمل ہو چکی ہو۔

② بھیڑ کے چھ یا سات ماہ کے بچے کو جذعہ کہا جاتا ہے۔

③ ایک قول کے مطابق بھیڑ کا آٹھ ماہ کا اور ایک دوسرے قول کے مطابق بھیڑ کا دس ماہ کا بچہ جذعہ ہے۔ ②

راجح قول:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ، مَا لَهُ سَنَةٌ تَامَّةٌ هُوَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَهُوَ الْأَشْهَرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَ غَيْرِهِمْ »

”مکمل ایک سالہ بھیڑ کا بچہ جذعہ ہے اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہی قول راجح اور اہل لغت اور دیگر علماء (جمہور) کے نزدیک یہ قول زیادہ مشہور ہے۔“ ③

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

« هُوَ وَصْفٌ لِسِنٍّ مُعَيَّنٍ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ، فَمِنَ الضَّأْنِ مَا أَكْمَلَ السَّنَةَ وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُوْرِ »

---

❶ ضعیف : مسند أحمد : ۲/ ۴۰۲۔ مستدرك حاكم : ۴/ ۲۲۷ اسحاق بن ابراہیم حنینی ضعیف اور ثمامہ بن وائل بن حصین ابوثفال مجہول راوی ہے۔

❷ فتح الباری : ۱۰/ ۸۰۷۔ شرح النووی : ۱۳/ ۱۱۸۔

❸ شرح النووی : ۱۳/ ۱۱۸۔

''(جذعہ) کھیرا بھیمۃ الانعام (اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری) میں سے معین عمر کے جانور کا وصف ہے اور بھیڑ کا جذعہ (کھیرا) وہ ہے جو مکمل ایک سال کا ہو چکا ہو۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے (پھر جذعہ کے بارے باقی اقوال صیغہ تمریض سے بیان کر کے انھیں مرجوح قرار دیا ہے)۔''[1]

③ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

" وَ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سَنَةٌ "

''بھیڑ کا (کھیرا جذعہ) وہ ہے جو پورے ایک سال کا ہو چکا ہو۔''[2]

بکری کے جذعہ (کھیرا) کی قربانی کا حکم:

بکری کے کھیرے کی قربانی کسی بھی صورت جائز نہیں۔ کیونکہ قربانی میں اونٹ، گائے، بکری کا دو دانتا ہونا شرط ہے۔

البتہ نبی ﷺ نے چند معین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بکری کے کھیرے کی قربانی کی رخصت دی تھی، یہ رخصت انھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے خاص تھی، باقی امت اس رخصت میں شامل نہیں اور نہ اس رخصت پر قیاس درست ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ ضَحَّى خَالٌ لِي يُقَالُ لَهُ: أَبُوْ بُرْدَةَ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ، قَالَ: اذْبَحْ وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ ﴾

''میرے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے قبل قربانی کی تو رسول ﷺ نے انھیں کہا: تیری بکری گوشت کی بکری ہے (یعنی اس کے گوشت کا فائدہ ہے لیکن قربانی میں

---

❶ فتح الباری: ۱۰/ ۷۔

❷ النهاية في غريب الحديث: ۱/ ۷۱۳۔

قبول نہیں) انھوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! میرے پاس بکری کا پالتو جذعہ (کھیرا) ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے ذبح کرو اور تیرے سوا کسی اور کے لیے (بکری کے کھیرے کی قربانی) درست نہیں۔''[1]

② سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ»

''بلاشبہ نبی ﷺ نے انھیں (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو) کچھ بکریاں دیں کہ وہ انھیں آپ ﷺ کے اصحاب پر بطور قربانی تقسیم کریں، (پھر) بکری کا کھیرا باقی بچا اور انھوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کی قربانی کرلو۔''[2]

③ سنن بیہقی کی درج ذیل روایت دلیل ہے کہ بکری کے جذعہ کی یہ رخصت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی اور ان کے علاوہ کسی اور کو بکری کے جذعہ کی قربانی کی رخصت نہیں۔ چنانچہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

❶ صحيح بخارى، كتاب الأضاحي، باب قول النبي ﷺ لأبي بردة، ضح بالجذع من المعز و لن تجزى عن أحد بعدك : ٥٥٥٦۔ صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب وقتها : ١٩٦١۔ سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما يجوز في الضحايا من السن : ٢٨٠١۔

❷ صحيح بخارى، كتاب الأضاحي، باب أضحية النبي ﷺ بكبشين أقرنين : ٥٥٥٥۔ صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب سن الأضحية : ١٩٦٥۔ جامع ترمذى، أبواب الأضاحي، باب ماجاء في الجذع من الضأن في الأضاحي: ١٥٠٠۔ سنن نسائي، كتاب الضحايا،باب المسنة والجذعة : ٤٣٨٤۔ سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب ما يجزئ من الأضاحي: ٣١٣٨۔

﴿ أَعْطَانِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا أُقْسِمُهَا ضَحَايَا بَيْنَ أَصْحَابِیْ فَبَقِیَ عَتُوْدٌ مِنهَا قَالَ : ضَحِّ بِهَا أَنْتَ وَلَا أُرَخِّصُهُ لِأَحَدٍ فِيْهَا بَعْدُ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ بکریاں دیں کہ میں انھیں قربانی کے لیے اپنے رفقاء میں تقسیم کروں چنانچہ (تقسیم کے بعد) ان میں ایک بکری کا کھیرا باقی بچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس کی قربانی دو، لیکن میں کسی اور کو اس (بکری کے جذعہ) کی قربانی کی رخصت نہیں دیتا۔" ①

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ مَحْفُوْظَةً كَانَ هٰذَا رُخْصَةً لِعُقْبَةَ كَمَا رُخِصَّ لِأَبِیْ بُرْدَةَ ﴾

"اگر یہ زائد الفاظ (کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بکری کے جذعہ کی خاص رخصت تھی) محفوظ ہوں تو یہ (بکری کے جذعہ کی) سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کو خاص رخصت ہے جیسے سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو (اس کی) خاص رخصت دی گئی تھی۔" ②

چنانچہ مذکورہ حدیث کے کلمات محفوظ و ثابت ہیں، اس لیے بقول امام بیہقی رحمہ اللہ یہ رخصت ان دو صحابہ (سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ) کے لیے ہی خاص تھی اور کسی عام امتی کو قربانی میں بکری کا جذعہ (کھیرا) ذبح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

فوائد:

① امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

﴿ وَ قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ : أَنْ لَا يُجْزِئُ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ وَ قَالُوْا :

❶ صحيح : سنن بيهقی : ٩/ ٢٧٠۔

❷ صحيح : سنن بيهقی : ٩/ ٢٧٠۔

إِنَّمَا يُجْزِئُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ﴾

''اہل علم کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ (قربانی میں) بکری کا جذعہ (کھیرا) کفایت نہیں کرتا اور (قربانی میں دودانتا میسر نہ آنے کی صورت میں) فقط بھیڑ کا کھیرا ہی کفایت کرتا ہے۔'' ①

② امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَ سَائِرُ أَصْحَابِنَا وَ غَيْرُهُمْ، كَانَتْ هَذِهِ رُخْصَةً لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ كَمَا كَانَ مِثْلُهَا رُخْصَةً لِأَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ﴾

''بیہقی، تمام شافعیہ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ (بکری کے جذعہ کی) رخصت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی۔'' ②

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الْمَعْزِ لَا يُجْزِئُ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ "

''حدیث براء میں بیان ہے کہ بکری کے جذعہ کی قربانی کافی نہیں اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔'' ③

حاملہ جانور کی قربانی:

حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے پیٹ کا بچہ حلال ہے۔ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ!

﴿ نَنْحَرُ النَّاقَةَ وَ نَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِيْنَ، أَنُلْقِيْهِ، أَمْ نَأْكُلُهُ، قَالَ : كُلُوْهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ﴾

① جامع ترمذی، تحت حدیث : ۱۵۰۸۔

② شرح النووی : ۱۹۱۳۔

③ فتح الباری : ۲۰/۱۰۔

''ہم اونٹنی نحر کرتے ہیں اور گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں تو ہم اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں، کیا ہم اسے پھینک دیں یا کھالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر چاہو تو کھالو، اس لیے کہ اس کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔'' ①

محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا فتویٰ:

سوال کیا حاملہ بکری کی قربانی درست ہے؟

جواب حاملہ بکری کی قربانی جائز ہے، جیسے غیر حاملہ کی قربانی درست ہے۔ بشرطیکہ وہ عیوب سے پاک ہو، جن سے قربانی کے جانوروں کا پاک ہونا لازم ہے۔ ②

فوائد:

① حاملہ جانور کے پیٹ کا بچہ اگر حاملہ جانور کے ذبح کے بعد مردہ حالت میں پایا جائے تو بالاتفاق حلال ہے۔ لیکن اگر حاملہ جانور کے ذبح کے بعد زندہ ہو تو اسے ذبح کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ مستقل علیحدہ نفس ہے جسے کھانے کے لیے اس کو ذبح کرنا لازم ہے۔

شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ "

''حاملہ کے پیٹ کے بچہ کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔''

---

❶ حسن لشواهده : سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما جاء في ذكاة الجنين : ۲۸۲۷۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے۔ کیونکہ مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ لیکن مسند احمد، ۳/۳۹، اور صحیح ابن حبان: ۵۸۸۹۔ میں یہ روایت حسن لذاتہ سند سے مروی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث دلیل ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کرنا، اس کی قربانی کرنا جائز ہے اور اس کے پیٹ کا بچہ کھانا حلال ہے۔

❷ فتاویٰ و رسائل محمد بن إبراهيم آل الشيخ : ۶/۱۲۷۔

سے مراد یہ ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کرنا اس کے بچے کو ذبح کرنے کے لیے کافی ہے۔
اگر حاملہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ کا بچہ مردہ حالت میں ملے تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔ لیکن اگر وہ پیٹ سے مستقل زندہ حالت میں نکلے ہو تو حاملہ جانور کے ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہو گا۔ نووی، شافعی، حسن بن زیاد اور ابو حنیفہ کے صاحبین (ابو یوسف اور محمد) کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ بشرطیکہ جنین کے جسم پر بال اُگ چکے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ حاملہ جانور کے پیٹ سے مردہ حالت میں خارج ہونے والا بچہ حرام ہے اور اس کی ماں کو ذبح کرنا اس کے حلال ہونے کے لیے ناکافی ہے۔

خطابی کہتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ مذبوحہ جانور کے پیٹ کے بچے کو کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہو، خواہ بچے کو دوبارہ نہ ہی ذبح کیا جائے۔ [1]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''حاملہ جانور کو ذبح کرنا اس کے بچے کے حلال ہونے کے لیے کافی ہے۔ خواہ اس کے بال اُگے ہوں یا نہ، یعنی مذبوحہ جانور کا بچہ جب ماں کے پیٹ سے مردہ حالت میں خارج ہو یا مذبوحہ جانور کے پیٹ میں مردہ پایا جائے یا پیٹ سے خارج ہونے کے بعد مذبوحہ جانور کی مثل حرکت کرے تو وہ بچہ حلال ہے۔'' [2]

③ اگر مذبوحہ جانور کے پیٹ کا بچہ زندہ نکلے جسے ذبح کرنا ممکن ہو پھر اسے ذبح نہ کیا اور وہ ذبح کیے بغیر مر جائے تو وہ حلال نہیں ہے، احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" إِنْ خَرَجَ حَيًّا فَلَا بُدَّ مِنْ ذَكَاتِهِ لِأَنَّهُ نَفْسٌ أُخْرَى "

''اگر مذبوحہ جانور کے پیٹ کا بچہ زندہ نکلے تو اسے ذبح کرنا لازم ہے، اس لیے کہ

---

1. عون المعبود: ۸/ ۳۴ تا ۳۵۔
2. المغني مع الشرح الكبير: ۱۱/ ۵۲۔

وہ ایک اور جان ہے۔" ①

خصی جانور کی قربانی:

خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور قربانی کے جانور کا خصی ہونا عیب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے خصی جانور کی قربانی ثابت ہے اور اگر جانور کا خصی ہونا عیب ہوتا تو نبی ﷺ خصی جانور کا انتخاب ہرگز نہ کرتے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

《 ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجَئَيْنِ 》

"رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن سینگوں والے دو چتکبرے خصی مینڈھے ذبح کیے۔" ②

فوائد:

① خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

《 وَ فِيْ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ الْخَصِيَّ فِي الضَّحَايَا غَيْرُ مَكْرُوْهٍ وَ قَدْ كَرِهَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ لِنَقْصِ الْعُضْوِ وَ هٰذَا النَّقْصُ لَيْسَ بِعَيْبٍ لِأَنَّ الْخِصَاءَ يَزِيْدُ اللَّحْمَ طِيْبًا وَ يَنْفِي فِيْهِ الزُّهُوْمَةَ وَ سُوْءَ الرَّائِحَةِ 》

"خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے جانوروں کا خصی ہونا مکروہ نہیں ہے۔ البتہ بعض اہل علم نے نقص عضو (عدم ذکوریت کی وجہ سے

---

❶ المغنی مع الشرح الکبیر: ١١/٥٤۔

❷ حسن: سنن أبی داود، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ٢٧٩٢۔ سنن ابن ماجه أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ: ٣١٢١۔ مسند أحمد: ٣/٣٧٠۔ صحیح ابن خزیمه: ٢٨٩٩۔

خصی جانور کی قربانی کو مکروہ خیال کیا ہے) لیکن جانور کا خصی ہونا قربانی میں عیب نہیں کیونکہ خصی ہونے سے گوشت کی عمدگی میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے گوشت کا تعفن اور بدبو ختم ہو جاتی ہے۔" ①

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"خصی جانور کی قربانی جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی ہے اور جس جانور کے خصیتین کٹ گئے ہوں یا شل ہو گئے وہ بھی خصی جانور کے حکم میں ہے۔ نیز خصی جانور کی قربانی اس لیے بھی جائز ہے کہ خصی کرنے سے مکروہ عضو کے ضائع ہونے سے جانور کا گوشت عمدہ اور زیادہ ہوتا ہے اور ایسا جانور فربہ ہو جاتا ہے۔ حسن بصری، عطاء خراسانی، شعبی، نخعی، مالک، شافعی، ابو ثور اور اصحاب الرائے بھی اسی موقف کے قائل ہیں اور اس کے جواز پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔" ②

کیا خصی جانور کی قربانی مستحب ہے:

③ خصی جانور کی قربانی غیر خصی جانور سے افضل نہیں۔ بلکہ خصی اور غیر خصی دونوں قسم کے جانور کی قربانی جائز ہے۔ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

حدیث الباب، سے استدلال کیا گیا ہے کہ خصی جانور کی قربانی مستحب ہے۔ ھادویہ کا یہی موقف ہے، لیکن حدیث کے ظاہر مفہوم سے خصی جانور کی قربانی کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ ﷺ سے غیر خصی جانور کی قربانی بھی ثابت ہے، لہٰذا خصی اور غیر خصی جانور کی قربانی کا برابر ثواب ہے۔ ③

---

❶ عون المعبود : ۸/۱۲، ۱۳۔ فتح الباری : ۱۰/۱۴۔

❷ المغنی لابن قدامه والشرح الکبیر : ۱۱/۱۰۳۔

❸ نیل الأوطار : ۵/۱۲۷۔

غیر خصی جانور کی قربانی:

خصی جانور کی طرح غیر خصی جانور مینڈھا (سانڈ) کی قربانی بھی مسنون ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيْلٍ يَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَ يَمْشِيْ فِي سَوَادٍ، وَ يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا غیر خصی مینڈھا قربانی کیا جو سیاہی میں کھاتا (یعنی اس کا منہ سیاہ تھا) سیاہی میں چلتا (اس کی ٹانگیں سیاہ تھیں) اور سیاہی میں دیکھتا تھا (یعنی اس کی آنکھیں سیاہ تھیں)۔''[1]

فوائد:

شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے جیسے خصی جانور کی قربانی کی، اسی طرح غیر خصی جانور کی قربانی بھی کی ہے (لہٰذا خصی وغیر خصی جانور کی قربانی مسنون ہے)۔[2]

قربانی کے جانور کی خوب نشوونما کرنا:

قربانی کے جانوروں کی اچھے طریقے سے پرورش کرنا اور انھیں خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کرنا مستحب فعل اور افضل عمل ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

---

1. حسن: سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ٢٧٩٦۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء ما یستحب من الأضاحی: ١٤٩٦۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة: ٤٣٩٥۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب ما یستحب من الأضاحی: ٣١٢٨۔ مستدرك حاكم: ٤/٢٢٨۔ سنن بیهقی: ٩/٢٧٣ جعفر بن محمد بن حسین المعروف جعفر صادق کے سوا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور جعفر صادق صدوق راوی ہیں۔
2. نیل الأوطار: ٥/١٢٦۔

سیدنا ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَةَ بِالْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُسَمِّنُوْنَ ﴾

''ہم مدینہ میں اپنی قربانی کو موٹ تازہ کیا کرتے تھے اور تمام مسلمان بھی (اپنی قربانیوں کو) خوب موٹا کیا کرتے تھے۔''[1]

صحیح بخاری میں یہ روایت معلق (بے سند کے) مروی ہے لیکن مستخرج ابی نعیم میں متصل صحیح سند سے مروی ہے کہ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يَشْتَرِي أَحَدُهُمُ الْأُضْحِيَةَ فَيُسَمِّنُهَا، وَ يَذْبَحُهَا فِي آخِرِ ذِي الْحَجَّةِ ﴾

''مسلمان اپنی قربانیاں خرید کر انھیں خوب موٹا کرتے اور ذوالحجہ کے آخر میں انھیں ذبح کرتے تھے۔''[2]

فوائد:

① قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب موٹا تازہ کرنا مستحب عمل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر مطلع تھے۔[3]

② امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ وَ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ سَمِيْنِهَا وَ طَيِّبِهَا، وَاخْتَلَفُوْا فِي تَسْمِيْنِهَا فَمَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ اسْتِحْبَابُهُ ﴾

''علماء کا موٹی اور عمدہ تر قربانی کرنے کے استحباب پر اجماع ہے۔ پھر علماء کا

---

1. صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین أقرنین فی ترجمة الباب۔
2. فتح الباری: ۱۰/۱۴۔
3. نیل الأوطار: ۵/۱۲۶۔

4723

قربانیوں کو موٹا کرنے کے مسئلہ پر اختلاف ہے اور ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانیوں کو موٹا کرنا افضل ہے (اور یہی مذہب راجح ہے)۔"[1]

③ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

﴿ وَ يُسَنُّ اسْتِسْمَانُ الْأُضْحِيَةِ واسْتِحْسَانُهَا لِقَوْلِ اللّٰهِ تعالٰی : ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : تَعْظِيْمُهَا اسْتِمْسَانُهَا وَ اسْتِعْظَامُهَا وَ اسْتِحْسَانُهَا وَلِأَنَّ ذٰلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِهَا وَ أَكْثَرُ لِنَفْعِهَا ﴾

"قربانی کے جانور کو فربہ کرنا اور خوبصورت بنانا مسنون فعل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:" (یہ اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے)۔" [الحج : ۳۲] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ (شعائر اللہ کی تعظیم) سے مراد قربانی کے جانور کو موٹا اور بڑا کرنا اور انھیں خوبصورت بنانا ہے۔ نیز قربانی کے جانور کو موٹا تازہ کرنا اس لیے بھی افضل ہے کہ موٹے جانوروں کی قربانی کا اجر وثواب اور نفع زیادہ ہے۔"[2]

قربانی کے جانوروں کو فربہ کرنے کی روایات:

قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کرنے کی فضیلت کے متعلق درجہ ذیل روایات ضعیف ہیں۔ لہٰذا خطباء و واعظین کو ایسی ضعیف روایات بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ضعیف وکمزور روایات سے کوئی شرعی استحباب ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ضعیف اور موضوع روایات بیان کرنے کے بارے سخت وعید وارد ہوتی ہے، لہٰذا وعظ وارشاد میں صحیح وحسن روایات پیش کرنی چاہییں صحیح وحسن روایات ہی ثبوت دین کا منبع ہیں۔

❶ شرح النووی : ۱۳/ ۱۱۸۔

❷ المغنی لابن قدامة والشرح الكبير : ۱۱/ ۹۹۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

« اِسْتَفْرِهُوْا ضَحَايَاكُمْ فَإِنَّهَا مَطَايَاكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ »

''اپنی قربانیوں کو خوب فربہ کرو، اس لیے کہ یہ پل صراط پر تمھاری سواریاں ہوں گی۔'' ①

② حدیث ہے کہ « عَظِّمُوْا ضَحَايَاكُمْ، فَإِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ »

''اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ کرو، کیونکہ یہ پل صراط پر تمھاری سواریاں ہوں گی۔'' ②

③ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِيْدَيْنِ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَ أَنْ نَتَطَيَّبَ مَا نَجِدُ، وَ أَنْ نُضَحِّيَ بِأَسْمَنَ مَا نَجِدُ »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدین میں جو لباس میسر ہو اس میں سے عمدہ ترین لباس پہنیں، جو خوشبو دستیاب ہو اس میں سے بہترین خوشبو استعمال کریں اور حتی الوسع فربہ ترین جانور کی قربانی کریں۔'' ③

---

① ضعيف جدًا : مسند الفردوس : تلخيص الحبير: ١٣٨/٤۔ الضعيفة : ١٢٥٥۔ (اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبید اللہ بن عبداللہ بن وہب متروک راوی ہے، حتیٰ کہ امام حاکم نے اسے وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) قرار دیا ہے (تقریب التهذيب : ٥٩٤) اور اس کا والد عبید اللہ بن عبداللہ بن وہب مجہول راوی ہے۔

② ضعيف جدًا : كشف الخفاء : ٧٥/٢۔ تلخيص الحبير : ١٣٨/٤۔ الضعيفة : ٧٤۔ ابن صلاح کہتے ہیں، یہ حدیث محدثین کے ہاں غیر معروف ہے اور ہمارے علم کے مطابق یہ ثابت نہیں ہے۔ تلخيص الحبير : ١٣٨/٤۔ كشف الخفاء : ٧٥/٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ان الفاظ سے مروی یہ روایت بالکل بے سند ہے۔'' [الضعيفة : ١٧٣/١]

③ ضعيف : مستدرك حاكم : ٣٣٠/٤۔ طبراني كبير : ٢٦٩٠۔ اسحاق بن بزرج ضعیف راوی ہے۔

④ سیدنا رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا وَ أَسْمَنُهَا »

''بلاشبہ مہنگے ترین اور زیادہ موٹے جانوروں کی قربانی افضل ہے۔''[1]

خلاصۃ التحقیق:

یہاں یہ روایات بیان کرنے کا یہ مقصود نہیں کہ قربانی میں موٹے اور فربہ جانور ذبح کرنا افضل نہیں، بلاشبہ قربانی میں خوب موٹے تازے جانور ذبح کرنا افضل عمل ہے۔ لیکن ان ضعیف روایات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف روایات کا سہارا نہ لیا جائے، بلکہ صحیح اور حسن احادیث سے جس مسئلہ کی جتنی اور جیسی فضیلت ثابت ہو وہی فضیلت بیان کی جائے، کیونکہ کسی بھی مسئلہ کے فضیلت کے ثبوت کے لیے قرآن حکیم اور صحیح و حسن احادیث ہی معیار ہیں۔

کس جانور کی قربانی افضل ہے؟

اگر انسان انفرادی طور پر اونٹ ذبح کرے تو اونٹ کی قربانی افضل ہے، پھر انفرادی طور پر گائے ذبح کرنا افضل، اس کے بعد پھر بھیڑ اور پھر بکری کی قربانی افضل ہے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَ مَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَ مَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ »

''جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر صبح سویرے (مسجد کا) رخ کیا تو گویا

---

[1] ضعیف : مستدرك حاكم : ٤/ ٢٣١۔ مسند أحمد : ٣/ ٤٢٤۔ سنن بیهقی : ٩/ ٢٦٨۔ اس حدیث کی سند میں عثمان بن زفر جھنی اور حارث بن رافع بن مکیث مجہول راوی ہیں۔

اس نے اونٹ کی قربانی کی، جو شخص دوسری گھڑی میں مسجد کی طرف جائے گویا اس نے گائے ذبح کی اور جو شخص تیسری ساعت میں مسجد کی طرف جائے گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا۔"①

فوائد:

① قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ إِلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْأَنْوَاعِ لِلْمُنْفَرِدِ الْبَدَنَةُ، ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الضَّأْنُ، ثُمَّ الْمَعْزُ، وَاحْتَجُّوْا بِأَنَّ الْبَدَنَةَ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ أَوْ عَشَرَةٍ عَلَى الْخِلَافِ، وَالْبَقَرَةَ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَ أَمَّا الشَّاةُ فَلَا تُجْزِئُ عَنْ وَاحِدٍ بِالْإِتِّفَاقِ وَمَا كَانَ يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِذَا ضَحَّى بِهِ الْوَاحِدُ كَانَ أَفْضَلَ مَا يُجْزِئُ عَنِ الْوَاحِدِ فَقَطْ "

"جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کی افضل قسم انفرادی طور پر اونٹ کی قربانی دینا ہے، پھر گائے، پھر بھیڑ پھر بکری کی قربانی افضل ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اونٹ علی الاختلاف سات یا دس افراد کو کافی ہے، گائے سات افراد کو قربانی میں کفایت کرتی ہے اور بھیڑ اور بکری بالاتفاق ایک فرد ہی کو کافی ہے، سو قربانی کا جو جانور ایک جماعت کو کافی ہے جب اکیلا شخص اس کی قربانی دے گا تو وہ اس جانور سے افضل ہو گی، جو صرف ایک فرد سے کفایت کرتا ہے۔"②

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة : ٨٨١۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب الطیب والسواك یوم الجمعة : ٨٥٠۔ سنن أبی داوٗد، کتاب الطهارة، باب فی الغسل للجمعة : ٣٥١۔ جامع ترمذی، أبواب الجمعة، باب ما جاء فی التکبیر إلی الجمعة : ٤٩٩۔ سنن نسائی، کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة : ١٣٨٩۔

❷ نیل الأوطار : ٥/١٢١۔

② امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

" وَ مَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ، أَنَّ أَفْضَلَ الْأَنْوَاعِ الْبَدَنَةُ ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الضَّأْنُ ثُمَّ الْمَعْزُ "

''ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کی افضل قسم اونٹ، پھر گائے، ازاں بعد بھیڑ پھر بکری ہے۔''[1]

③ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" وَ أَفْضَلُ الْأَضَاحِيْ الْبَدَنَةُ، ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الشَّاةُ، ثُمَّ شِرْكٌ فِيْ الْبَقَرَةِ وَ بِهٰذَا قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ "

''افضل قربانی اونٹ پھر گائے، پھر بھیڑ بکری کی ہے، پھر گائے میں شراکت افضل ہے، اور ابو حنیفہ اور شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔''

نیز قربانی کے جانوروں سے اونٹ کی قربانی اس لیے افضل ہے کہ ہدی (حج کی قربانی کی طرح) اس ذبیحہ سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، نیز یہ باقی جانوروں سے زیادہ قیمتی، اس کا گوشت باقی جانوروں سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔''[2]

قربانی کے جانوروں کی فضیلت کے بارے ضعیف روایات:

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بھیڑ کے جذعے (کھیرے) کی قربانی (اونٹ، گائے اور بکری سے) افضل ہے، پھر گائے بعد ازاں اونٹ کی قربانی افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی میں دو مینڈھے ذبح کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ افضل عمل ہی سر انجام دیتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی اور جانور کی قربانی مینڈھے سے افضل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسحاق علیہ السلام (راجح اسماعیل علیہ السلام ہیں) کے فدیہ کے لیے مینڈھے کی بجائے کوئی اور جانور عطا کرتے۔[3]

---

❶ شرح النووی: ۱۱۸/۱۳۔ ❷ المغنی لا بن قدامه والشرح الکبیر: ۹۹/۱۱۔

❸ المغنی لا بن قدامه والشرح الکبیر: ۹۹/۱۱۔

امام مالک رحمہ اللہ کا یہ استدلال کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① نبی ﷺ کئی افضل اعمال محض اس لیے ترک کر دیتے تھے کہ وہ اعمال امت کے لیے مشقت کا باعث نہ بنیں، پھر حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے سو اونٹ کی قربانی بھی تو ثابت ہے۔

② گزشتہ روایت بھی نبی ﷺ سے قولاً ثابت ہے کہ اونٹ کی قربانی باقی جانوروں سے افضل ہے۔ پھر جن روایات سے مینڈھے کے افضل ہونے کی دلیل لی جاتی ہے، وہ روایات ضعیف ہیں، ان روایات کی مفصل وضاحت گزشتہ صفحات پر ''دو دانتا جانور کے با آسانی میسر آنے کی صورت میں بھیڑ کا کھیرا جائز نہیں۔'' کے تحت بیان ہوئی ہیں، مزید دلیل درج ذیل روایات ہیں۔

❶ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« خَيْرُ الْكَفْنِ الْحُلَّةُ، وَ خَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ »

''بہترین کفن حُلّہ (تین کپڑوں کا مجموعہ) اور بہترین قربانی سینگوں والا مینڈھا ہے۔''[1]

❷ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« خَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ، وَ خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ »

''بہترین قربانی مینڈھا اور بہترین کفن حلہ (تین کپڑوں پر مشتمل) ہے۔''[2]

---

❶ ضعیف : سنن أبی داوٗد، کتاب الجنائز، باب کراهية المغالاة فی الكفن : ٣١٥٦۔ مستدرك حاكم : ٣٢٨/٤ : ٧٦٢٥۔ سنن بیهقی : ٤٠٣/٣ حاتم بن ابی نصر اور نسی الکندی مجہول راوی ہیں۔

❷ ضعیف : جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب خیر الأضحية الكبش : ١٥١٧۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب ما يستحب من الأضاحی : ٣١٣٠۔ سنن بیهقی : ٢٧٣/٩۔ طبرانی کبیر : ٧٥٨١۔ ابو عائذ عفیر بن معدان ضعیف راوی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کس رنگ کا جانور قربانی کرتے ؟

رسول اللہ ﷺ چتکبرے رنگ کا یا ایسا مینڈھا ذبح کرتے جس کی ٹانگیں پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوتی تھیں، لہٰذا ان اوصاف سے متصف مینڈھوں کی قربانی کرنا مستحب فعل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَ سَمَّى وَ كَبَّرَ، وَ وَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

”نبی ﷺ نے سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے قربانی کیے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور (ذبح کرتے وقت) بسم اللہ واللہ اکبر کہا اور ان دونوں کے پہلوؤں پر اپنا پاؤں رکھا۔“ ①

فوائد:

② امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَفِيهِ اسْتِحْبَابُ اسْتِحْسَانِ لَوْنِ الْأُضْحِيَةِ، وَ قَدْ أَجْمَعُوْا عَلَيْهِ »

”یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے لیے خوبصورت جانور کا انتخاب مستحب ہے اور اس پر علماء کا اجماع ثابت ہے۔“ ②

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حدیث الباب سے استدلال کیا گیا ہے کہ رنگ و وصف کے لحاظ سے زیادہ خوبصورت جانور کی قربانی مشروع ہے۔ ③

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ٥٥٦٥۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ١٩٦٦۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الأضحیة بکبشین : ١٤٩٤۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ١٤٩٢۔

❷ شرح النووی : ١٢٠/١٣۔ ❸ فتح الباری : ١٥/١٠۔

③ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ وَاسْتُدِلَّ بِأَحَادِيْثِ الْبَابِ عَلَى اسْتِحْبَابِ التَّضْحِيَةِ بِالْأَقْرَنِ الْأَمْلَحِ ﴾

''احادیث الباب سے استدلال کیا گیا ہے کہ سینگوں والے چتکبرے جانور کی قربانی افضل ہے۔''①

② ایسا جانور جس کی ٹانگیں، پیٹ اور آنکھوں کے ارد گرد کا حصہ سیاہ ہو، کی قربانی بھی مستحب ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَ يَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَ يَنْظُرُ فِي سَوادٍ فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ ﴾

''بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے مینڈھے کا حکم دیا، جو سیاہی میں چلتا (یعنی ٹانگیں سیاہ تھیں) سیاہی میں بیٹھتا (یعنی پیٹ سیاہ تھا) اور سیاہی میں دیکھتا (یعنی آنکھوں کے قریب کا حصہ سیاہ تھا) پھر اسے ذبح کرنے کے لیے لایا گیا۔''②

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿ يَطَأُ فِي سَوادٍ، وَ يَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَ يَنْظُرُ فِي سَوادٍ، فَمَعْنَاهُ: أَنَّ قَوَائِمَهُ وَ بَطْنَهُ وَمَا حَوْلَ عَيْنَيْهِ أَسْوَادٌ ﴾

''وہ مینڈھا سیاہی میں چلتا، سیاہی میں بیٹھتا اور سیاہی میں دیکھتا سے مراد یہ ہے

---

❶ نيل الأوطار: ٥/١١٧۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب استحباب استحسان الضحية: ١٩٦٧۔ سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا: ٢٧٩٢۔ مسند أحمد: ٦/٧٨۔ صحيح ابن حبان: ٥٩١٥۔

کہ اس کی ٹانگیں، اس کا پیٹ اور آنکھوں کے اردگرد کا حصہ سیاہ تھا۔'' ①

② شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'' وَ فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّهَا تُسْتَحَبُّ التَّضْحِيَةُ بِمَا كَانَ عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ ''

''حدیث الباب دلیل ہے کہ مذکورہ اوصاف کے جانور کی (جس کی ٹانگیں پیٹ اور آنکھوں کے حصے سیاہ ہوں) کی قربانی مستحب عمل ہے۔'' ②

سفید رنگ کی بکری کی قربانی :

سفید رنگ کی بکری کی قربانی سیاہ رنگ کی بکری سے افضل نہیں بلکہ اس بارے مروی روایات ضعیف ہیں۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

« دَمُ عَفْرَاءَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ دَمِ سَوْدَاوَيْنِ »

'' مجھے (قربانی میں) سفید بکری کا خون دو سیاہ بکریوں سے زیادہ پسند ہے۔'' ③

② سیدہ کبیرہ بنت سفیان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد کیا:

« دَمُ عَفْرَاءَ أَزْكَى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ دَمِ سَوْدَاءَ »

'' اللہ کے ہاں سفید بکری کا خون سیاہ بکری سے زیادہ پاک ہے۔'' ④

③ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِسْتَوْصُوْا بِالْمِعْزَى خَيْرًا، فَإِنَّهَا مَالٌ رَقِيْقٌ، وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ، وَ

① شرح النووی : ۱۳/ ۱۲۰۔

② نیل الأوطار : ۵/ ۱۲۶۔

③ ضعیف : مسند أحمد : ۲/ ۴۱۷۔ مستدرك حاکم : ۴/ ۲۲۷۔ سنن بیهقی : ۹/ ۲۷۳۔ ثمامہ بن وائل بن حصین ابو ثفال اور رباح بن عبد الرحمان بن ابی سفیان بن حویطب مجہول راوی ہیں۔

④ ضعیف : طبرانی کبیر : ۲۰۵۳۲۔ محمد بن سلیمان بن مسول کی ضعیف راوی ہے۔

أَحَبُّ الْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الضَّأْنُ، وَ عَلَيْكُمْ بِالْبِيَاضِ، فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ بَيْضَاءَ، فَلْيَلْبَسْهُ أَحْيَاؤُكُمْ وَ كَفِّنُوْا فِيْهِ مَوْتَاكُمْ، وَ إِنَّ دَمَ الشَّاةِ الْبَيْضَاءِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ دَمِ السَّوْدَاوَيْنِ »

''تم بکریوں سے اچھا سلوک کرو، کیونکہ یہ نرم و نازک مال ہے اور یہ جنت میں بھی ہوں گی، نیز اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین مال بھیڑ ہے اور تم سفید لباس کا التزام کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سفید بنایا ہے سو تمھارے زندہ لوگ بھی سفید لباس زیب تن کریں اور تم اپنے مردوں کو اسی رنگ میں کفن دو نیز سفید بکری کی قربانی کا (اجر وثواب) دو سیاہ بکریوں کی قربانی سے زیادہ عظیم ہے۔''①

سینگوں والے جانور کی قربانی:

سینگوں والے جانور کی قربانی بغیر سینگوں والے جانور سے افضل ہے، دلائل درج ذیل ہیں:

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَ يَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا وَ يَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ »

''بالیقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے قربانی کرتے اور (ذبح کرتے وقت) اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھتے اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے۔''②

---

① موضوع : طبرانی کبیر : ۱۱۰۳۸۔ الضعیفة: ۴۳۱۔ حمزہ بن ابی حمزہ جعفی نصیبی متروک اور متہم بالوضع ہے۔

② صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب وضع القدم على صفحة الذبيحة : ۵۵۶۴۔ سنن نسائی، كتاب الضحايا، باب تسمية الله عز وجل على اضحية : ۴۴۲۱۔ سنن ابن ماجه ابواب الأضاحی، باب أضاحی رسول الله ﷺ : ۳۱۲۸۔

② سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيْلٍ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا خصی مینڈھا قربانی کیا۔'' ①

فوائد:

① علماء بیان کرتے ہیں کہ سینگوں والے جانور کی قربانی مستحب ہے اور ایک انسان متعدد جانور قربانی کرسکتا ہے نیز علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ ایسا جانور جس کے سینگ نہ ہوں، کی قربانی جائز ہے۔ ②

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سینگوں والے جانور کی قربانی مستحب اور بغیر سینگوں والے جانور کی قربانی سے افضل ہے البتہ بغیر سینگوں والے جانور کی قربانی بالاتفاق جائز ہے۔'' ③

---

❶ حسن : سنن أبی داود، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا : ۲۷۹۲۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ماجاء یستحب من الأضاحی: ۱۴۹۶۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، المسنة والجذعة : ۴۳۹۵۔ سنن ابن ماجه، باب ما یستحب من الأضاحی: ۳۱۲۸۔

❷ شرح النووی : ۱۲/۱۳۔

❸ فتح الباری: ۱۰/۱۵۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

قربانی میں ممنوع جانور:

قربانی کے جانوروں کا مندرجہ ذیل عیوب سے پاک ہونا لازم ہے اور ان عیوب میں سے کسی عیب میں مبتلا جانور کی قربانی جائز نہیں۔

① ایسا کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ ② بیمار جس کا مرض واضح ہو۔

③ لنگڑا جس کا لنگڑا پن عیاں ہو۔ ④ ایسا لاغر جانور جس کی ہڈیوں کا گودا ختم ہو چکا ہو۔

⑤ قربانی کے جانور کے کان میں کٹن، پھٹن اور سوراخ ہونا۔

⑥ آدھے سے زیادہ کان کٹا اور آدھے سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا کٹنا۔

عبید بن فیروز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی ناجائز ہے، اس پر انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (خطبہ کے لیے) ہمارے درمیان کھڑے ہوئے حالانکہ میری انگلیاں آپ ﷺ کی انگلیوں سے اور میری انگلیوں کے پورے آپ ﷺ کی انگلیوں کے پوروں سے چھوٹے ہیں (آپ ﷺ نے انگلیوں سے اشارہ کر کے) بتایا:

«أَرْبَعٌ لَا تَجُوْزُ فِي الْأَضَاحِيْ، اَلْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيْضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيْرُ الَّتِيْ لَا تُنْقِيْ»

”چار قسم کے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے (۱) کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ (۲) بیمار جس کی بیماری واضح ہو۔ (۳) لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو (۴) اور

انتہائی کمزور لاغر جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔“ ①

فوائد:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَأَجْمَعُوْا عَلَى أَنَّ الْعُيُوْبَ الْمَذْكُوْرَةَ فِي حَدِيْثِ الْبَرَاءِ وَهُوَ الْمَرَضُ وَالْعَجِفُ، وَالْعَوَرُ، وَالْعَرَجُ الْبَيِّنُ لَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِهَا، وَ كَذَا مَا كَانَ فِي مَعْنَاهُ أَوْ أَقْبَحَ كَالْعَمَى وَ قَطْعِ الرِّجْلِ وَ شِبْهِهِ »

”علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ مذکورہ عیوب یعنی واضح بیماری، انتہائی لاغر پن، ظاہر کانا پن اور ظاہر لنگڑا پن میں مبتلا جانوروں کی قربانی درست نہیں، اسی طرح مذکورہ عیوب اور ان سے قبیح ترین عیوب میں مبتلا مثلاً اندھے اور ٹانگ کٹے جانور وغیرہ کی قربانی بھی ناجائز ہے۔“ ②

معمولی عیوب درخور اعتناء نہیں:

قربانی کے جانوروں میں مذکورہ عیوب سے کم تر عیوب صحت قربانی میں قادح نہیں اور معمولی اور غیر ظاہر عیوب میں مبتلا جانوروں کی قربانی جائز ہے۔

① امیر صنعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَالْحَدِيْثُ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْعُيُوْبَ مَانِعَةٌ مِنْ صِحَّةِ التَّضْحِيَةِ، وَ سُكِتَ عَنْ غَيْرِهَا مِنَ الْعُيُوْبِ، فَذَهَبَ أَهْلُ الظَّاهِرِ إِلَى أَنَّهُ لَا

---

❶ صحيح : سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب مايكره من الضحايا : ٢٨٠٢۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما لایجوز من الأضاحی : ١٤٩٧۔ سنن نسائی، كتاب الضحايا، باب ما نهی عنه من الاضاحی: ٤٣٧٤، سنن ابن ماجه، ابواب الأضاحی، باب ما يكره ان يضحى به : ٣١٤٤، مسند احمد، ٤/ ٢٨٩، صحيح ابن خزيمه: ٢٩١٢، صحيح ابن حبان: ٥٩١٩۔

❷ شرح النووی: ١٣/ ١٢۔ سبل السلام: ٤/ ١٣٥٦۔

عَيْبَ غَيْرُ هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ وَ ذَهَبَ الْجَمْهُوْرُ إِلَى أَنَّهُ يُقَاسُ عَلَيْهَا غَيْرُهَا مِمَّا كَانَ أَشَدَّ مِنْهَا أَوْمُسَاوِيًا لَهَا كَالْعَمْيَاءِ وَ مَقْطُوْعَةِ السَّاقِ »

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مذکورہ عیوب قربانی سے مانع ہیں اور ان عیوب کے علاوہ دیگر عیوب سے سکوت اختیار کیا گیا، چنانچہ اہل ظاہر کا مذہب ہے کہ ان چار عیوب کے سوا کوئی بھی عیب قربانی کے جواز سے مانع نہیں لیکن جمہور علماء کا مذہب ہے کہ مذکور عیوب سے شدید تر عیوب اور ان جیسے دیگر عیوب مثلاً قربانی کے جانور کا اندھا ہونا اور ٹانگ کا کٹا ہونا جیسے عیوب وغیرہ کا بھی مذکورہ عیوب پر قیاس کیا جائے گا۔''[1]

② خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ الْعَيْبَ الْخَفِيْفَ فِي الضَّحَايَا مَعْفُوٌّ عَنْهُ أَلَا تَرَاهُ يَقُوْلُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا بَيِّنٌ مَرَضُهَا، بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، فَالْقَلِيْلُ مِنْهُ غَيْرُ بَيِّنٍ، فَكَانَ مَعْفُوًّا عَنْهُ »

''حدیث الباب دلیل ہے کہ قربانی کے جانوروں میں معمولی عیب معاف ہے اور تم دیکھتے نہیں کہ آپ ﷺ نے (قربانی کے عیوب کے متعلق) ارشاد فرمایا کہ اس کا کانا پن ظاہر ہو، اس کی بیماری واضح ہو، اس کا لنگڑا پن عیاں ہو، سو (مذکورہ عیوب سے) کم تر عیوب غیر واضح ہیں اور ان کی معافی ہے۔''[2]

کان اور آنکھ کا عیوب سے پاک ہونا:

قربانی کے جانور کی آنکھوں اور کانوں کا جملہ عیوب سے پاک ہونا صحت قربانی کی شرط ہے۔

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

❶ سبل السلام: ٤/١٣٥٦۔

❷ عون المعبود: ٨/١٨۔

﴿أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔''①

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ وَلَا مُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا خَرْقَاءَ وَلَا شَرْقَاءَ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کے) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں اور ہم کانا، ایسا جانور سے جس کے کان آگے سے کٹ کر لٹکے ہوں، ایسا جانور جس کے کان پیچھے سے کٹ کر لٹکے ہوں، ایسا جانور جس کے کان طول وعرض میں پھٹے ہوں اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو قربانی نہ کریں۔''②

---

❶ حسن : سنن نسائي، كتاب الضحايا، الشرقاء، وهي مشقوقة الاذن: ٤٣٨١۔ مصنف عبدالرزاق : ٨٤٣٧۔ سنن دارمي: ١٩٥١۔ صحيح ابن خزيمه: ٢٩١٤۔ مسند احمد: ١/ ١٠٥۔ (حجیہ بن عدی حسن درجے کا راوی ہے)۔

❷ حسن : سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما يكره من الضحايا : ٢٨٠٤۔ جامع ترمذي ، ابواب الأضاحي، باب ما يكره من الأضاحي: ١٤٩٨، سنن نسائي، كتاب الضحايا، المدابرة وهي ما قطع من مؤخر اذنها: ٤٣٧٨، مسند أحمد : ١/ ١٠٨، مستدرك حاكم ٤/ ٢٢٤۔ مذکورہ کتب میں ابو اسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔ ابو اسحاق سبیعی مدلس راوی ہیں۔ مدلس راوی کا عنعنہ ضعف حدیث کی علامت ہے، لیکن مستدرک حاکم، ۴/۲۲۴ میں ہے قیس بن ربیع بیان کرتے ہیں:

﴿قُلْتُ لِأَبِيْ إِسْحَاقَ : سَمِعْتَهُ مِنْ شُرَيْحٍ، قَالَ : حَدَّثَنِيْ ابْنُ أَشْوَعَ عَنْهُ﴾

''میں نے ابو اسحاق سبیعی سے پوچھا تو نے یہ حدیث شریح بن نعمان سے سنی ہے: انھوں نے بیان کیا، مجھے یہ حدیث ابن اشوع نے شریح سے بیان کی ہے۔ ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی ہے، لہٰذا اس توضیح سے ابو اسحاق سبیعی کی تدلیس کا ازالہ ہوگیا ہے۔'' شریح بن نعمان صدوق راوی ہے۔

فوائد:

① قربانی کے جانور کی آنکھیں کانا پن اور اندھا پن سے سلامت ہوں اور قربانی کے جانور کے انتخاب کے لیے آنکھ کے امراض کی خوب تحقیق کرنی چاہیے اور صحت قربانی کے لیے جانور کا کانا پن اور اندھا پن سے سالم ہونا لازم ہے۔

② قربانی کے جانور کے کان کٹے ہوئے اور پھٹے ہوئے نہیں ہونے چاہییں اور نہ کانوں میں سوراخ ہوں چنانچہ جس جانور کے کان کٹے ہوں، پھٹے ہوں یا ان میں سوراخ ہوں ایسے جانور کی قربانی درست نہیں، البتہ ایسا جانور جس کے کانوں پر رگڑ یا ایسا زخم ہے جس سے کان چرا، کٹا یا پھٹا نہیں اور نہ ہی اس سے کان میں سوراخ ہوا ہے، ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

سینگ ٹوٹا ہو یا کان کٹا ہو تو ......:

جس جانور کا نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹا ہو یا نصف یا نصف سے زیادہ کان کٹا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُضَحَّى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کا نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا (اتنی مقدار میں) کان کٹا ہو۔"[1]

[1] حسن: سنن أبی داود، کتاب الضحایا، باب ما یکره من الضحایا: ۲۸۰۵۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب فی الضحیة بعضباء القرن: ۱۵۰۴۔ سنن نسائی، أبواب الضحایا، باب العضباء ۴۳۸۲، سنن ابن ماجه، ابواب الأضاحی، باب ما یکره ان یضحی به: ۳۱۴۵، مسند احمد، ۱/۱۲۷، صحیح ابن خزیمه: ۲۹۱۳، مستدرك حاکم، ۴/۲۲۴۔ جری بن کلیب نہدی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

فائدہ:

علی بن عبداللہ مدینی نے جری بن کلیب نہدی کو مجہول قرار دیا ہے اور ابو حاتم نے اسے نا قابل احتجاج قرار دیا ہے، (الجرح والتعدیل: ۵۲۷/۲) لیکن حافظ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور امام ترمذی، امام حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح اور ضیاء مقدسی نے الاحادیث المختارہ میں حدیث جری بن کلیب کو حسن قرار دیا ہے، اس سے جہالت کا ازالہ ہوا ہے اور عجلی نے معرفۃ الثقات میں لکھا ہے: ''جری بن کلیب بصری تابعی ثقہ، جری بن کلیب بصری ثقہ تابعی ہیں، لہٰذا یہ نا قابل احتجاج نہیں بلکہ صدوق راوی ہیں۔

أَعْضَبُ الْقَرْنِ کی توضیح:

① قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: الْعَضَبُ مَا بَلَغَ النِّصْفَ فَمَا فَوْقَ ذَلِكَ»

''میں نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ (مشہور تابعی) سے ''اَعْضَبُ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ'' کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے کہا: اعضب وہ جانور ہے جس کا نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا کان کٹا ہو۔''[1]

القاموس المحیط میں ہے:

« إِنَّ الْعَضْبَاءَ الشَّاةُ الْمَكْسُورَةُ الْقَرْنِ الدَّاخِلِ »

''عضباء وہ بکری ہے جس کا سینگ اندر سے ٹوٹا ہو۔''[2]

فوائد:

① حدیث الباب دلیل ہے کہ ایسا جانور جس کا سینگ نصف یا نصف سے زیادہ ٹوٹا ہو یا

❶ صحیح: جامع ترمذی: ۱۵۰۵، سنن نسائی: ۴۳۸۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۱۳، مسند احمد: ۱۲۷/۱۔

❷ عون المعبود: ۲۱/۸، تحفۃ الأحوذی: ۶۷/۵۔

اتنی مقدار میں کان کٹا ہو، اس کی قربانی درست نہیں نیز سینگ کا اندر سے ٹوٹنا قربانی میں قادح اور سینگ کا باہر سے ٹوٹنا اور اندر سے محفوظ ہونا یا سینگ کے خول کا معمولی ٹوٹنا، اس پر رگڑ یا چوٹ کے نشانات قربانی کے جانور کے عدم جواز کے لیے ناکافی ہیں، کم از کم نصف یا نصف سے زیادہ سینگ کا ٹوٹنا شرط ہے۔

② قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّهَا لَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ وَهُوَ مَا ذَهَبَ نِصْفُ قَرْنِهِ أَوْ أُذُنِهِ، وَ ذَهَبَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ، وَالشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُوْرُ إِلَى أَنَّهَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِمَكْسُوْرِ الْقَرْنِ مُطْلَقًا وَ كَرِهَهُ مَالِكٌ إِذَا كَانَ يَدْمِيْ وَ جَعَلَهُ عَيْبًا ﴾

"یہ حدیث دلیل ہے کہ نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹے یا (اتنی مقدار میں) کان کٹے، جانور کی قربانی درست نہیں (اعضب وہ ہے) جس کا نصف سینگ یا نصف کان ضائع ہو چکا ہو، لیکن ابو حنیفہ، شافعی رحمہما اللہ اور جمہور علماء کا موقف ہے کہ سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی مطلق جائز ہے (خواہ نصف ہو یا نصف سے کم یا زیادہ سینگ ٹوٹا ہو) اور امام مالک رحمہ اللہ نے سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی کو تب مکروہ خیال کیا ہے جب سینگ سے خون بہتا ہو اور وہ عیب کی شکل اختیار کر چکا ہو۔"[1]

راجح موقف:

امام شوکانی رحمہ اللہ مذکورہ بحث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" فَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمَكْسُوْرَةَ لَا تَجُوْزُ التَّضْحِيَةُ بِهَا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ

[1] نيل الأوطار: ٥/ ١٢٣۔ عون المعبود: ٨/ ٢١۔ تحفة الاحوذي: ٥/ ٦٧۔

الذَّاهِبُ مِنَ الْقَرْنِ مِقْدَارًا يَسِيْرًا بِحَيْثُ لَا يُقَالُ عَضْبَاءَ لِأَجْلِهِ، أَوْ يَكُوْنَ دُوْنَ النِّصْفِ إِنْ صَحَّ التَّقْدِيْرُ بِالنِّصْفِ الْمَرْوِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ لُغَوِيٌّ وَ شَرْعِيٌّ، كَذٰلِكَ لَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِأَعْضَبِ الْأُذُنِ وَهُوَ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَضَبِ لُغَةً أَوْ شَرْعًا"

"راجح موقف یہ ہے کہ سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ جانور کا معمولی مقدار میں سینگ ٹوٹا ہو کہ اس پر عضباء (نصف یا نصف سے زیادہ مقدار میں سینگ ٹوٹا ہوا) کی تعریف صادق نہ آتی ہو یا نصف مقدار سے کم سینگ ٹوٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ سعید بن میتب رحمہ اللہ سے مروی عضب کی تفسیر صحیح ہو (چونکہ سعید بن میتب سے مروی تفسیر درست ہے لہٰذا یہ استدلال برحق ہے) اسی طرح نصف یا نصف سے زائد کان کٹے جانور کی قربانی بھی درست نہیں۔"[1]

باہر سے ٹوٹا ہوا سینگ عیب نہیں:

اگر قربانی کے جانور کا سینگ اندر سے صحیح سالم اور باہر سے ٹوٹا ہوا ہے تو پھر ایسی صورت میں ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، کیونکہ جب جانور کا سینگ اندر سے ٹوٹے تب وہ معیوب ٹھہرتا ہے۔

عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« قَالَ فِي الْفَائِقِ : اَلْعَضَبُ فِي الْقَرْنِ دَاخِلُ الْإِنْكِسَارِ، وَ يُقَالُ فِي الْخَارِجِ الْقَصَمُ، وَ كَذٰلِكَ فِي الْقَامُوْسِ كَمَا عَرَفْتَ، وَقَالَ فِيْهِ الْقَصْمَاءُ الْمَعْزُ الْمَكْسُوْرَةُ الْقَرْنِ الْخَارِجِ اِنْتَهَى، فَالظَّاهِرُ عِنْدِي

[1] نیل الاوطار: ۵/ ۱۲۳، عون المعبود: ۷/ ۲۱، تحفۃ الاحوذی: ۵/ ۶۷۔

أَنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الْقَرْنِ الْخَارِجِ تَجُوْزُ التَّضْحِيَةُ بِهَا، وَ أَمَّا الْمَكْسُوْرَةُ الْقَرْنِ الدَّاخِلِ، فَكَمَا قَالَ الشَّوْكَانِيُّ مِنْ أَنَّهَا لَا تَجُوْزُ التَّضْحِيَةُ بِهَا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الذَاهِبُ مِنَ الْقَرْنِ الدَّاخِلِ مِقْدَارًا يَسِيْرًا ﴾

''الفائق فی غریب الحدیث والاثر میں ہے کہ اندر سے سینگ کا ٹوٹنا عضب اور باہر سے سینگ کا ٹوٹنا قصم کہلاتا ہے، القاموس المحیط میں بھی یہی منقول ہے اور قصماء اس بکری کو کہا جاتا ہے کہ جس کے سینگوں کے باہر والے کنارے ٹوٹے ہوں، لہٰذا میرے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ باہر سے ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کی قربانی جائز ہے اور اندر سے ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اندر سے معمولی مقدار میں سینگ ٹوٹا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ جیسا کہ شوکانی ﷫ نے بیان کیا ہے۔''[1]

لہٰذا اگر جانور کے سینگ کے کنارے ٹوٹے ہیں یا سینگ کا خول ہی اتر چکا ہو تب بھی ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ سینگ کا اندرونی حصہ صحیح سالم ہو۔

دانت کا ٹوٹنا یا زخمی ہونا:

جانور کا دانت ٹوٹنا یا دانت زخمی ہونا ایسا عیب نہیں جو قربانی سے مانع ہو، بلکہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

عبید بن فیروز ﷫ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب ﷠ سے کہا:

﴿ فَإِنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ يَكُوْنَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ، قَالَ: مَا كَرِهْتَ فَدَعْهُ، وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى أَحَدٍ ﴾

''میں قربانی کے دانت میں نقص کو مکروہ سمجھتا ہوں اس پر سیدنا براء بن عازب ﷠ نے کہا: ''جو جانور تمھیں ناپسند ہیں انھیں رہنے دو (یعنی تم ان کی قربانی نہ کرو)

---

1. تحفة الاحوذی: ۵/ ۶۷۔

لیکن کسی اور کے لیے انھیں حرام قرار نہ دو۔''①

لہٰذا جانوروں میں ایسے عیوب جن سے شریعت منع نہیں کرتی قربانی سے مانع نہیں ہیں اور قربانی سے فقط وہی عیوب مانع ہیں جو شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں، چنانچہ عیوب قربانی میں خود ساختہ تاویلات وتشریحات اور عقلی موشگافیوں سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ ذاتی پسند و ناپسند سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

قربانی کے جانور کا دم کٹا ہونا:

قربانی کے جانور کی دم کا کٹا یا زخمی ہونا شرعی عیب نہیں ہے اور ایسے جانور کی قربانی ناجائز نہیں، نیز جس روایت میں دم کٹے جانور کی قربانی سے منع کیا گیا ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَلَا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا بَتْرَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ»

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں اور ہم ایسے جانور جس کا کان آگے سے کٹ کر لٹکا ہو، پیچھے سے کان کٹ کر لٹکا ہو، دم کٹے اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو کی قربانی نہ کریں۔''②

نیز ایک دوسری روایت جس سے قربانی کے جانور کا دم کٹا ہونا معیوب ثابت ہوتا ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

① صحیح : سنن أبي داوٗد : ۲۸۰۲۔

② ضعیف : سنن نسائي، كتاب الضحايا، المقابلة وهي ما قطع طرف اذنها : ٤٣٧٧۔ زکریا بن ابی زائدہ کی تدلیس ہے اور زکریا بن ابی زائدہ کا ابو اسحاق سبیعی سے سماع اختلاط کے بعد ثابت ہے ان دو علتوں کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نیز ثقات کی مخالفت کی وجہ سے یہ روایت منکر ہے، کیونکہ باقی راوی " بَتْرَاءَ " (دم کٹے جانور کی قربانی کے عدم جواز) کے بجائے شرقاء (ایسے جانور جس کے کان طول یا عرض میں کٹے ہوں) کا لفظ ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿ اِشْتَرَيْتُ أُضْحِيَةً فَجَاءَ الذِئْبُ فَأَكَلَ مِنْ ذَنَبِهَا، أَوْ أَكَلَ ذَنَبَهَا فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : ضَحِّ بِهَا ﴾

''میں نے قربانی کا جانور (دنبہ) خریدا اور بھیڑیا آ کر اس کی دم (چکی) کھا گیا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اس کی قربانی کے بارے) سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی جانور ذبح کر لو۔''①

جانور خریدنے کے بعد عیب واقع ہونا؟

اگر قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اس میں عیب واقع ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں اور اسے تبدیل کرنا لازم ہے، کیونکہ قربانی کے لیے شرعی عیوب سے پاک ہونا شرط ہے اور قربانی خریدتے وقت جانور کا عیوب سے سالم ہونا شرط نہیں بلکہ ذبح کرتے وقت ان عیوب سے سلامتی والا ہونا مشروط ہے اور مذکورہ عیوب میں مبتلا جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت ہے۔

نیز جس روایت سے یہ مفہوم کشید کیا جاتا ہے کہ قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو جائے تو اس کی قربانی جائز ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ اِبْتَعْنَا كَبْشًا نُضَحِّي بِهِ، فَأَصَابَ الذِئْبُ مِنْ إِلْيَتِهِ وَ أُذُنِهِ، فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نُضَحِّيَ بِهِ ﴾

''ہم نے قربانی کے لیے مینڈھا خریدا اور اس کی دونوں سرینیں اور دونوں کان

---

① ضعيف جدًا : مسند أحمد : ۳/ ۷۸ـ ۱۱۷٦۰، جابر بن یزید بن حارث جعفی متروک (انتہائی ضعیف) راوی ہے اور محمد بن قرظہ بن کعب انصاری مجہول راوی ہے نیز اس کا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

بھیڑیا کھا گیا، چنانچہ ہم نے نبی ﷺ سے (اس کی قربانی کے متعلق) پوچھا تو آپ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم یہی مینڈھا ذبح کریں۔"[1]

[1] ضعیف جدًا: سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب من اشتری اضحية صحيحة، فأصابها عنده شیئ، ۳۱٤٦، مسند احمد، ۷۸/۳۔ جابر بن یزید بن حارث جعفی متروک، اور محمد بن قرظہ بن کعب انصاری مجہول ہے اور اس کا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی

ایک گھرانہ ایک قربانی:

قربانی تنہا فرد کی طرف سے کفایت کرے گی یا تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے، اس بارے علماء کا اختلاف ہے۔

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''شافعیہ اور جمہور علماء کا موقف ہے کہ گھر کے سرپرست سمیت تمام اہل خانہ کا ایک قربانی کرنا اور تمام اہل خانہ کا ایک قربانی میں شریک ہونا جائز ہے۔''[1]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ وَلَا بَأْسَ أَنْ يَذْبَحَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ شَاةً وَاحِدَةً أَوْ بَقَرَةً أَوْ بَدَنَةً، نَصَّ عَلَيْهِ أَحْمَدُ وَ بِهِ قَالَ مَالِكٌ وَ اللَّيْثُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَ إِسْحَاقُ، وَ رُوِيَ ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ أَبِي هُرَيْرَةَ ﴾

''آدمی اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری، گائے یا اونٹ ذبح کر سکتا ہے، (اس میں کچھ مضائقہ نہیں) امام احمد نے اس جواز پر نص بیان کی ہے اور مالک، لیث، اوزاعی اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے، نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔''[2]

---

❶ شرح النووی: ۱۳/۱۲۲۔

❷ المغنی لابن قدامة والشرح الکبیر: ۱۱/۹۸۔

③ سفیان ثوریؒ، ابو حنیفہؒ اور احناف نے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کو مکروہ قرار دیا ہے، ان کے مطابق ہر فرد کی طرف سے علیحدہ قربانی کی جائے گی اور ایک قربانی ایک فرد ہی کی طرف سے کافی ہوتی ہے، ایک قربانی میں ایک سے زائد افراد شامل نہیں ہو سکتے وہ گھر کے افراد ہوں یا اجنبی ہوں۔[1]

④ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

« وَكَرِهَ ذَلِكَ الثَّوْرِيُّ وَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ لِأَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِئُ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ، فَإِذَا اشْتَرَكَ فِيْهَا اثْنَانِ لَمْ تُجْزِئْ عَنْهُمَا كَالْأَجْنَبِيَّيْنِ »

''سفیان ثوری اور ابو حنیفہ نے اس عمل (تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرنا) کو مکروہ خیال کیا ہے، اس لیے کہ (ان کے نزدیک) ایک بکری ایک سے زائد افراد کی طرف سے ناکافی ہے چنانچہ جب دو فرد ایک بکری کی قربانی میں شریک ہوں گے تو وہ ان دو افراد سے کفایت نہیں کرے گی، جیسے (اجنبی افراد کی طرف سے ایک بکری ناکافی ہے)۔''[2]

⑤ « وَ قَالَ الْهَادِيُّ وَ الْقَاسِمُ ، تُجْزِئُ الشَّاةُ عَنْ ثَلَاثَةٍ »

''ہادی اور قاسم کہتے ہیں کہ بکری فقط تین افراد سے کفایت کرتی ہے۔''

راجح موقف:

جمہور علماء کا موقف راجح ہے کہ گھر کے سرپرست سمیت تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری (یا مینڈھا، اونٹ اور گائے کا ایک حصہ) کافی ہے۔

خواہ اہل خانہ کی تعداد سو افراد پر مشتمل ہو۔

دلائل حسب ذیل ہیں:

---

1. شرح النووی : ۱۳/۱۲۲۔
2. المغنی لابن قدامة والشرح الکبیر : ۱۱/۹۸۔

① سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيْعِ أَهْلِهِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری قربانی کیا کرتے تھے۔''①

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِيْ سَوَادٍ، وَ يَبْرُكُ فِيْ سَوادٍ وَ يَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ: هَلُمِّي الْمُدْيَةَ، ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ ثُمَّ أَخَذَهَا، وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِاسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ ﴾

''بلاشبہ رسول اللہ نے سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا، سیاہی میں بیٹھتا اور سیاہی میں دیکھتا تھا، چنانچہ اس کو ذبح کرنے کے لیے لایا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ''چھری تیز کرو۔'' انھوں نے چھری تیز کی، پھر آپ ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور اسے ذبح کرنے لگے۔'' پھر یہ کلمات کہے: ''بسم اللہ، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما، پھر آپ ﷺ نے اسے ذبح کیا۔''②

---

① صحيح بخاري، كتاب الاحكام، باب بيعة الصغير: ٧٢١٠۔ مستدرك حاكم: ٤/ ٢٢٩۔ سنن بيهقي: ٦/ ٧٩، مسند احمد: ٤/ ٢٣٣۔

② صحيح مسلم، كتاب الاضاحي، باب استحباب استحسان الضحية: ١٩٦٧۔ سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا: ٢٧٩٢، مسند احمد: ٦/ ٧٨م سنن بيهقي، ٩/ ٢٦٧۔

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ وَاسْتَدَلَّ بِهَذَا مَنْ جَوَّزَ تَضْحِيَةَ الرَّجُلِ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَاشْتِرَاكَهُمْ مَعَهُ فِي الثَّوَابِ، وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ الْجَمْهُوْرِ ﴾

”اس حدیث میں ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ آدمی کا اپنی طرف سے، اپنے اہل خانہ کی طرف سے قربانی کرنا اور انھیں ثواب قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔“ ①

② حافظ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ قَوْلُهُ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، فِيهِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِئُ عَنِ الرَّجُلِ وَ عَنْ أَهْلِهِ، وَ إِنْ كَثُرُوْا ﴾

” آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ” محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما۔“ دلیل ہے کہ آدمی اور اس کے اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری کافی ہے، خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو۔“ ②

③ عطا بن یسار ہلالی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَيَأْكُلُوْنَ وَ يُطْعِمُوْنَ، ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ، فَصَارَكَمَا تَرَى ﴾

---

① نیل الأوطار: ۱۲۲/۱۳۔
② عون المعبود : ۲۳/۸۔

''میں نے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قربانیوں کی کیا کیفیت تھی؟ (یعنی گھر کے لوگ کتنی قربانیاں کرتے تھے) اس پر انھوں نے بتایا کہ عہد نبوت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا تھا۔ وہ اس قربانی سے خود بھی کھاتے اور (دوسرے لوگوں کو بھی) کھلاتے تھے پھر لوگوں میں فخر و مباہات میں مقابلہ بازی شروع ہو گئی اور (زیادہ قربانیاں کرنے کی) جو روش چل پڑی ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔'' [1]

فوائد:

عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَهُوَ نَصٌّ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِئُ عَنِ الرَّجُلِ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَ إِنْ كَانُوا كَثِيرِينَ، وَهُوَ الْحَقُّ »

''یہ حدیث صریح نص ہے کہ آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کفایت کرتی ہے خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو اور یہی بات قرین صواب ہے۔'' [2]

④ سیدنا ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« حَمَلَنِي أَهْلِي عَلَى الْجَفَاءِ بَعْدَ مَا عَلِمْتُ مِنَ السُّنَّةِ، كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّونَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَالْآنَ يُبَخِّلُنَا جِيرَانُنَا »

''(قربانی کے بارے میں) سنت کا علم ہونے کے باوجود میرے گھر والوں نے مجھے سنت سے بے رغبتی پر لاچار کیا ہے، (عہد رسالت میں) تمام گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے، لیکن (اب اس سنت پر عمل کرنے پر) ہمارے

---

❶ صحيح : جامع ترمذي، أبواب الأضاحي باب ما جاء أن الشاة الواحدة تجزئ عن أهل البيت : ١٥٠٥۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحي، باب من ضحى بشاة عن أهله: ٣١٤٧۔ سنن بيهقي : ٩/٢٦۔ طبراني كبير : ٣٨٢٢۔

❷ تحفة الأحوذي : ٥/٦٨۔

ہمسائے ہمیں بخیل سمجھتے ہیں۔'' ①

فوائد:

① شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'' اَلْمَذْهَبُ الْحَقُّ هُوَ أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِئُ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

''راجح مذہب یہ ہے کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی میں کفایت کرتی ہے کیونکہ عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ عمل کیا کرتے تھے۔'' ②

② شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ وَالْحَقُّ أَنَّهَا تُجْزِئُ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَ إِنْ كَانُوْا مِائَةَ نَفْسٍ أَوْ أَكْثَرَ كَمَا قَضَتْ بِذٰلِكَ السُّنَّةُ ﴾

''برحق مسئلہ یہ ہے کہ ایک بکری تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی ہے خواہ گھر کے افراد سو نفوس پر مشتمل ہوں جیسا کہ سنت اس کے جواز کے متقاضی ہے۔'' ③

امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ تنسیخ:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ روایات جن میں تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کا جواز ہے یا تو منسوخ ہو چکی ہیں یا یہ مخصوص ہیں، لہٰذا ان پہ عمل جائز نہیں۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

❶ صحيح : سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحي، باب من ضحى بشاة عن أهله : ٣١٤٨ـ مستدرك حاكم: ٤/٢٢٨ـ سنن بيهقي : ٩/٢٦٩ـ طبراني كبير : ٢٩٨٧ ـ ابن ماجہ، بیہقی اور طبرانی کبیر کی سند میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے لیکن مستدرک حاکم کی سند میں زائدہ بن قدامہ ثقہ راوی ہیں اور یہ سند صحیح ہے۔

❷ عون المعبود : ٨/٢٢ـ

❸ نيل الأوطار: ٥/١٢٨ـ

① امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

﴿ وَزَعَمَ الطَّحَاوِيُّ، أَنَّ هَذَا الْحَدِيْثَ مَنْسُوْخٌ أَوْ مَخْصُوْصٌ، وَ غَلَّطَهُ الْعُلَمَاءُ فِي ذَلِكَ، فَإِنَّ النَّسْخَ وَالتَّخْصِيْصَ لَا يَثْبُتَانِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى ﴾

"طحاوی کا زعم ہے کہ مذکورہ حدیث (جس میں تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کرنے کا اور انھیں قربانی میں شامل کرنے کا جواز ہے) منسوخ یا مخصوص ہے، لیکن علماء نے امام طحاوی کے اس دعویٰ کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ کسی حکم کی تنسیخ و تخصیص خالی دعوے سے نہیں ہوتی، بلکہ (تنسیخ و تخصیص کے لیے ٹھوس دلیل کا ہونا لازم ہے)۔"①

② عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ شارح ترمذی کا بیان ہے:

﴿ تَضْحِيَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُمَّتِهِ وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَةٍ مَخْصُوْصٌ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَمَّا تَضْحِيَتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَ آلِهِ فَلَيْسَ بِمَخْصُوْصٍ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْسُوْخًا، وَالدَّلِيْلُ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا يُضَحُّوْنَ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا عَرَفْتَ، وَ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ التَّضْحِيَةُ عَنِ الْأُمَّةِ وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَتِهِ الْبَتَّةَ، وَ أَمَّا ادَّعَاهُ الطَّحَاوِيُّ فَلَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ ﴾

"رسول اللہ ﷺ کا امت کی طرف سے قربانی کرنا اور قربانی میں امت کو شامل

---

① شرح النووی : ۱۳/ ۱۲۲۔

کرنا آپ ﷺ کا خاصہ ہے، لیکن آپ ﷺ کا اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنا نہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے اور نہ یہ عمل منسوخ ہے (اس عمل کے جواز و مسنون ہونے کی)دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتے تھے، جیسا کہ یہ معروف مسئلہ ہے، امت کی طرف سے قربانی کرنا اور امت کے افراد کو قربانی میں شریک کرنا کسی صحابی سے ثابت نہیں نیز امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ تنسیخ و تخصیص بے دلیل ہے۔" ①

گھر والوں کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا:

اہل خانہ کی طرف سے الگ قربانی کرنا بھی جائز ہے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ وَ ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی بیویوں کی طرف سے گائے قربان کی۔" ②

ایک آدمی کا دو جانور ذبح کرنا:

ایک سے زیادہ جانوروں کی قربانی مسنون و مستحب فعل ہے، بشرطیکہ اس عمل میں سنت کی پیروی، اخلاص، حصول تقویٰ وللہیت ہو۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ وَ أَنَا أُضَحِّي

---

① تحفة الأحوذي : ٥/ ٦٩۔

② صحيح بخاري، كتاب الحيض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن : ٢٩٤۔ صحيح ابن خزيمه : ٣٠٢٨۔ صحيح ابن حبان: ١٤٢٩۔

بِكَبْشَيْنِ»

”نبی ﷺ دو مینڈھے ذبح کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھے ذبح کرتا ہوں۔“ ①

فائدہ:

ابن بطال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ نَفْسِهِ بِإِثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ، فَهُوَ أَزْيَدُ فِي أَجْرِهِ إِذَا أَرَادَ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ إِطْعَامَ الْمَسَاكِيْنِ»

”جو شخص اپنی طرف سے دو یا تین قربانیاں کرنا چاہے یہ عمل اس کے لیے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے بشرطیکہ اس عمل سے رضائے الٰہی اور مساکین کو کھلانا مقصود ہو۔“ ②

---

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحیة النبی ﷺ بکبشین أقرنین : ٥٥٥٣۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الکبش : ٤٣٩۔ مسند أحمد : ١٠١/٣۔

② شرح ابن بطال : ١٤/١١۔

اونٹ اور گائے کے حصے

ہدی (حج کے جانور) اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ »

''ہم نے (صلح) حدیبیہ کے سال سات افراد کی طرف سے اونٹ اور سات ہی افراد کی طرف سے گائے ذبح کی۔''[1]

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ »

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الاشتراك، في الهدى : ١٣١٨۔ سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب البقر و الجزور عن كم تجزئ : ٢٨٠٩۔ جامع ترمذی أبواب الأضاحي باب ما جاء في الاشتراك في الأضحية : ١٥٢۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحي، باب عن كم تجزئ البدنة والبقرة : ٣١٣٢۔

”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں (حج کے ارادے سے) تکبیرات بلند کرتے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے میں ہم سات سات افراد شریک ہوں۔“ ①

ہدی (حج کے جانور میں سے) اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، قربانی اور ہدی میں گائے میں بالاتفاق سات افراد شریک ہو سکتے ہیں اور ہدی کے اونٹ میں فقط سات افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں، جب کہ قربانی کے اونٹ میں دس افراد شریک ہوں گے۔

قربانی کے اونٹ میں دس حصے:

قربانی کے جانوروں میں گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَ فِي الْبَعِيْرِ عَشْرَةً﴾

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے اور عید الاضحیٰ آ گئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔“ ②

فوائد:

① شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

---

① صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الاشتراك، في الهدى: ١٣١٨ـ

② حسن: جامع ترمذى، أبواب الأضاحى، باب ما جاء في الاشتراك في الأضحية: ١٥٠١ـ سنن ابن ماجه، باب أبواب الأضاحى، باب عن كم تجزئ البدنة والبقرة: ٣١٣١ـ صحيح ابن خزيمة: ٤٠٠٧ـ صحيح ابن خزيمة: ٢٩٠٨ـ طبراني كبير: ١١٧٦١ـ سنن نسائي، كتاب الضحايا، باب ما تجزئ عنه البدنة في الضحايا: ٤٣٩٧ـ علباء بن احمر یشکری صدوق اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

«فِیهِ دَلِیلٌ عَلَی أَنَّ الْبَدَنَةَ تُجْزِئُ فِی الْأُضْحِیَةِ عَنْ عَشْرَةٍ»
''یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی میں دس افراد کی طرف سے ایک اونٹ کفایت کرتا ہے۔'' ①

② سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ فَأَصَابُوْا إِبِلًا وَ غَنَمًا، قَالَ: وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ أُخْرَیَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوْا و ذَبَحُوْا وَ نَصَبُوا الْقُدُوْرَ، فَأَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَأُکْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِیْرٍ»

''ہم ذوالحلیفہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے چنانچہ لوگوں کو بھوک لگی تو انھوں نے (مال غنیمت) کے اونٹ اور بکریاں لیں اور قبل از تقسیم عجلت کا مظاہرہ کیا اور (کچھ اونٹ اور بکریاں) ذبح کیں اور ہانڈیاں چڑھا دیں، جب کہ نبی ﷺ قوم کے پیچھے رہنے والوں میں شامل تھے (آپ ﷺ کو یہ اطلاع موصول ہوئی) آپ ﷺ نے ہانڈیاں الٹانے کا حکم دیا تو وہ الٹا دی گئیں، پھر آپ ﷺ نے (غنیمت کے جانور) تقسیم کیے اور دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر قرار دیں۔'' ②

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ ایک اونٹ دس بکریوں کے قائم مقام ہے اور قربانی میں ایک

❶ نیل الأوطار : ۱۹۸/۵۔
❷ صحیح بخاری، کتاب الشرکة باب قسمة الغنم: ۲٤۸۸۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ما تجزئ عنه البدنة فی الضحایا : ٤۳۹٦۔ صحیح ابن حبان : ۵۸۸٦۔ سنن بیهقی : ٦۱/۹۔

اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي الْبَدَنَةِ فَقَالَتِ الشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَفِيَّةُ وَالْجَمْهُوْرُ : إِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ وَقَالَتِ الْعَتْرَةُ وَ إِسْحَاقُ ابْنُ رَاهْوَيْهِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ : إِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْ عَشْرَةٍ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ هُنَا لِحَدِيْثِ بْنِ عَبَّاسٍ الْمُتَقَدِّمِ فِيْ بَابِ أَنَّ الْبَدَنَةَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ عَنْ سَبْعِ شِيَاهٍ، وَالْأَوَّلُ هُوَ الْحَقُّ فِي الْهَدْيِ لِلْأَحَادِيْثِ الْمُتَقَدِّمَةِ هُنَالِكَ وَأَمَّا الْبَقَرَةُ فَتُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ فَقَطْ إِتِّفَاقًا فِي الْهَدْيِ وَالْأُضْحِيَةِ ﴾

''اونٹ کی قربانی کتنے افراد سے کفایت کرتی ہے؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ شافعیہ، حنفیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے کافی ہے اور عترہ، اسحاق بن راہویہ اور ابن خزیمہ کا موقف ہے کہ اونٹ کی قربانی دس افراد کی طرف سے کافی ہے؟'' یہ (ثانی الذکر علماء کا موقف) قربانی کے مسئلہ میں راجح ہے کہ عید الاضحیٰ کی قربانی میں اونٹ دس افراد سے کفایت کرتا ہے، جیسا کہ اس کے قرین صواب ہونے کی دلیل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اس عنوان (باب ان البدنة من الابل عن سبع شياه) کے تحت بیان ہوتی ہے۔ اور اول الذکر (جمہور علماء) کا موقف اس مسئلہ میں درست ہے کہ ہدی (حج کی قربانی میں) اونٹ سات افراد سے کفایت کرتا ہے، البتہ قربانی اور ہدی میں گائے بالاتفاق سات افراد ہی سے کفایت کرتی ہے۔ ①

گائے اور اونٹ کے ایک سے زائد حصوں میں شریک ہونا:

اگر کوئی شخص گائے اور اونٹ کے ایک سے زائد حصوں میں شامل ہونا چاہے مثلاً وہ دو یا

① نيل الأوطار: ١٢٨/٥۔ عون المعبود: ٢١/٨۔ تحفة الأحوذي: ٦٦/٥۔

دو سے زائد حصوں کی قربانی کرنا چاہے تو یہ عمل جائز ہے، کیونکہ قربانی میں گائے سات بکریوں کے اور اونٹ دس بکریوں کے قائم مقام ہے تو جب دو یا دو سے زائد بکریوں کی قربانی جائز ہے تو گائے اور اونٹ کے دو سے زائد حصوں کی قربانی بھی جائز ہے۔

نیز جب اکیلے شخص کا مکمل اونٹ اور گائے قربانی کرنا جائز ہے تو ایک سے زائد حصوں کی قربانی بالاولیٰ جائز ہے۔ البتہ ڈیڑھ، اڑھائی یا ساڑھے تین، جب تقسیم میں نصف حصہ آئے یہ مختلف صورت ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

ایام قربانی کا بیان

ایام قربانی کی تعیین کے متعلق علماء کرام کا بہت اختلاف ہے، ذیل میں ہم علماء کے اقوال و مذاہب مع دلائل بیان کرنے کے بعد راجح موقف کی نشاندہی کریں گے۔ ایام قربانی کے بارے علماء کے پانچ مذاہب ہیں۔

مذہب اوّل:

قربانی کے دن چار ہیں، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، عمر بن عبد العزیز، سلیمان بن موسیٰ اسدی، مکحول، شافعی اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ اسی مذہب کے قائل ہیں۔ ①

دلائل:

① سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ وَ كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ ﴾

''منیٰ سارے کا سارا قربان گاہ ہے اور تمام ایام تشریق (۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحجہ) قربانی کے دن ہیں۔'' ②

---

① نیل الأوطار: ۵/ ۱۳۲۔ المغنی مع الشرح الکبیر، ۱۱/ ۱۱۵۔

② ضعیف: سنن بیھقی، ۵/ ۲۳۹، ۹/ ۲۹۵۔ مسند أحمد: ۴/ ۸۲۔ امام بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل یعنی منقطع ہے کیونکہ سلیمان بن موسیٰ اموی کی سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، نیز امام بخاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ﴿ سُلَيْمَانُ لَمْ يُدْرِكْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴾ ''سلیمان بن موسیٰ اموی نے کسی صحابی کو نہیں پایا۔'' [العلل الکبیر: ۱/ ۳۱۳]۔

② سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَفِيْ كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ»

''تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔''①

③ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ»

''ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں۔''②

④ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ»

''تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔''③

⑤ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

❶ ضعيف منقطع : صحيح ابن حبان : ٣٨٥٤۔ سنن بيهقي: ٩/٢٩٦، كشف الاستار : ١١٢٦۔ اس حدیث کے ضعف کی دو علتیں ہیں:

ا۔ عبدالرحمٰن بن ابی حسین مجہول راوی ہے۔

۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی عمرو بن دینار سے ملاقات ثابت نہیں لہٰذا یہ سند منقطع بھی ہے۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں:

«اِبْنُ أَبِيْ حُسَيْنٍ لَمْ يَلْقَ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ»

''عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔''

البحر الزخار: ٣٤٤٤، نصب الراية: ٣/٢١۔

❷ ضعيف جدًا : سنن دار قطني : ٤/٢٨٤۔ سنن بيهقي: ٥/٢٣٩۔ ٩/٢٩٦، طبراني كبير: ١٥٦٢۔ سوید بن عبدالعزیز بن نمیر سلمی ضعیف راوی ہے۔ تقريب التهذيب : ٢٦٩٢۔

❸ ضعيف جدًا : سنن دار قطني: ٥٤/٢٨٤۔ سنن بيهقي: ٩/٢٩٦۔ احمد بن عیسیٰ تنیسی خشاب متروک راوی ہے اور عمرو بن دینار مکی کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔
[الموسوعة الحديثة: ٢٧/٣١٧]

«أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ»

''ایام تشریق سارے کے سارے ذبح کے دن ہیں۔''①

امام بیہقی سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو مختلف روایات جن کا مرکزی راوی معاویہ بن یحییٰ صدفی ہے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ دونوں روایات غیر محفوظ (یعنی ضعیف ہیں) ان دونوں روایات کو صرف معاویہ بن یحییٰ صدفی ہی بیان کرتا ہے، صدفی ضعیف اور ناقابل حجت راوی ہے۔②

⑥ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«اَلْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ»

''یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد قربانی تین دن ہے۔''③

مذہب ثانی:

قربانی کے دن تین (۱۰۔۱۱۔۱۲ ذوالحجہ) ہیں، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے یہی قول منقول ہے اور ابو حنیفہ، مالک، ثوری اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ بھی اسی مذہب کے قائل ہیں۔④

دلائل:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾ [الحج : ۲۸]

---

❶ ضعیف : سنن بیھقی: ۲۹۶/۹۔ معاویہ بن یحییٰ صدفی ضعیف راوی ہے اور امام زہری کی تدلیس ہے۔

❷ سنن بیھقی: ۲۹۱/۹۔

❸ ضعیف : سنن بیھقی: ۲۹۶/۹۔ طلحہ بن عمرو بن عثمان حضرمی متروک راوی ہے۔

❹ المغنی مع الشرح الکبیر: ۱۱۵/۱۱، نیل الاوطار، ۱۳۳/۵۔

”اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں، سو ان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔“

یہ آیت واضح نص ہے کہ ایام معلومات قربانی کے دن ہیں لیکن ایام معلومات سے کتنے اور کون سے دن مراد ہیں نبی ﷺ سے اس بارے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایام قربانی کے متعلق کچھ اقوال منقول ہیں، جن سے ایام معلومات (ایام قربانی کی تعیین ممکن ہے) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«اَلْأَيَّامُ الْمَعْلُوْمَاتُ وَالْمَعْدُوْدَاتُ هُنَّ جَمِيْعُهُنَّ أَرْبَعَةُ أَيَّامٍ، فَالْأَيَّامُ الْمَعْلُوْمَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَ يَوْمَانِ بَعْدَهُ، وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ»

”ایام معلومات اور ایام معدودات کل چار دن ہیں، چنانچہ ایام معلوم یوم نحر (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کے ایام ہیں) اور ایام معدودات یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) ہیں۔“[1]

فوائد:

یہ اثر واضح دلیل ہے کہ ایام معلومات (قربانی کے ایام) تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ ہیں اور تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام معدودات (تکبیرات کے ایام) میں شامل ہے معلومات (ایام قربانی) میں داخل نہیں۔ اس موقف کی تائید آئندہ اقوال صحابہ سے ہوتی ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

---

❶ حسن : تفسیر ابن أبی حاتم : ۱٤۷۲۸۔ تفسیر ابن کثیر۔ محمد بن عجلان مدنی صدوق راوی ہے، باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔

﴿ اَلْأَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحٰى ﴾

''عید الاضحیٰ کے دو دن بعد تک قربانی ہے۔'' ①

② سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ﴾

''قربانی تین دن ہے۔'' ②

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿ اَلنَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ النَّحْرِ وَأَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ ﴾

''یوم نحر کے بعد قربانی دو دن ہے (یعنی (۱۰۔۱۱۔۱۲ ذوالحجہ قربانی کے ایام ہیں) اور یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی قربانی افضل ہے۔'' ③

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

﴿ اَلذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ يَوْمَانِ ﴾

''قربانی یوم نحر کے بعد دو دن ہے۔'' ④

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفسیری قول کہ ایام معلومات سے مراد یوم نحر اور اس کے بعد تین دن ہیں (یعنی قربانی کے چار ایام ہیں) ضعیف ہے۔ ⑤

مذہب ثالث:

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

---

① صحیح: موطا إمام مالك، كتاب الضحايا، باب الضحية عما في بطن المرأة وذكر أيام الأضاحى، حديث الكتاب: ١٢۔ سنن بيهقى: ٩/٢٩٧۔

② حسن: أحكام القرآن للطحاوى: ٢/٢٠٥: ١٥٦٩۔

③ أحكام القرآن للطحاوى: ٢/٢٠٥، ١٥٧۔

④ صحيح: سنن بيهقى: ٩/٢٩٧۔ احكام القرآن للطحاوى: ٢/٢٠٦، ١٥٧٦۔

⑤ ضعيف: تفسير ابن ابى حاتم: ١٤٧٢٧۔ اس میں حکم بن عتبہ کی تدلیس ہے۔

﴿ لَا تَجُوْزُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ خَاصَّةً، لِأَنَّهَا وَظِيْفَةُ عِيْدٍ فَلَا تَجُوْزُ اِلَّا فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ كَأَدَاءِ الْفِطْرَةِ يَوْمَ الْفِطْرِ ﴾

”قربانی خاص یوم نحر ہی کو جائز ہے کیونکہ قربانی عید قربان کا خاص عمل ہے، سو یہ عمل ایک ہی دن (دس ذوالحجہ کو جائز ہے) جیسے صدقہ فطر عید الفطر کے دن کے ساتھ ہی خاص ہے۔“ ①

ابن سیرین کی یہ ذاتی رائے و قیاس ہے کتاب وسنت سے کوئی ایسی دلیل منقول نہیں جو ان کے موقف کی تائید کرتی ہو۔

مذہب رابع:

سعید بن جبیر اور جابر بن زید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ شہریوں کے لیے قربانی کا ایک ہی دن (دس ذوالحجہ) ہے اور بستیوں میں رہائش پذیر لوگوں کے لیے قربانی کے تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳، ذوالحجہ) ہیں۔ ②

مذہب خامس:

ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ اور عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا وقت ذوالحجہ کا سارا مہینہ ہے۔ ③

دلائل:

① ابو سلمہ اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ انھیں حدیث پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ مع الشرح الكبير: ۱۱/ ۱۱۵۔ نيل الأوطار: ۵/ ۱۳۳۔

❷ المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱/ ۱۱۵۔ نيل الأوطار: ۱۳۳۵۔ یہ قول بھی بے سند ہے اور کتاب وسنت میں اس کی تائید کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔

❸ المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱/ ۱۱۵۔ نيل الاوطار: ۵/ ۱۳۳۔

﴿ اَلضَّحَايَا إِلَى آخِرِ الشَّهْرِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْتَأْنِيَ ذٰلِكَ ﴾
''جو شخص قربانی میں تاخیر کرنا چاہے اس کے لیے ذوالحجہ کے آخر تک قربانی کرنا جائز ہے۔''①

② ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ إِنْ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يَشْتَرِي أَحَدُهُمُ الْأُضْحِيَةَ فَيُسْمِنُهَا فَيَذْبَحُهَا بَعْدَ الْأَضْحٰى آخِرَ ذِي الْحَجَّةِ ﴾
''بلا شبہ مسلمان قربانیاں خریدتے اور پھر ان کو موٹا کرتے، پھر عید الاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ تک قربانیاں ذبح کرتے تھے۔''②

فائدہ:

ذوالحجہ کے آخر تک قربانیاں کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے یا تابعین پھر یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں معمول بہ تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، اس بارے کوئی صراحت نہیں پھر یہ عمل کتاب اللہ اور آثار صحابہ کے خلاف بھی ہے، کیونکہ قرآن حکیم میں ایام معلومات قربانی کے ایام قرار دیے گئے ہیں اور مذہب ثانی کے دلائل میں یہ بات بھی عیاں ہو چکی ہے کہ ایام معلومات تین دن (۱۰۔۱۱۔۱۲) ذوالحجہ ہیں لہٰذا ابوامامہ بن سہل بن حنیف کا قول شاذ اور آیت قرآنی اور آثار صحابہ سے متضاد ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

راجح مذہب:

تین دن قربانی کے قائلین کا مذہب راجح اور قرین صواب ہے اور مذہب ثانی کے دلائل کی رو سے اس مذہب کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔

---

① ضعیف: سنن بیہقی: ۲۹۷/۹۔ دار قطنی: ۲۷۵/٤۔ یہ حدیث دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے: ۱۔ یحییٰ بن ابی کثیر کی تدلیس ہے۔ ۲۔ یہ روایت مرسل ہے۔

② حسن: سنن بیہقی: ۹/ ۲۹۷، ۲۹۸۔ محمد بن ابراہیم بن مسلم صدوق راوی ہے۔

قربانی کی راتوں میں ذبح کا حکم:

قربانی کی راتوں میں جانور ذبح کرنا جائز، مکروہ یا ممنوع ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور اور جمہور علماء رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ ایام قربانی کی راتوں میں قربانیاں ذبح کرنا مع کراہت جائز ہے اور مالک اصحاب مالک اور احمد رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ قربانی کی راتوں میں جانور ذبح کرنا جائز نہیں اور رات کے وقت ذبح شدہ جانور گوشت کی بکری ہے (قربانی کے لیے کافی نہیں)[1]

راجح موقف:

راجح موقف یہ ہے کہ ماسوائے دس ذوالحجہ کی رات کے قربانی کی راتوں میں قربانی کرنا جائز ہے، کیونکہ عند الاطلاق دن میں رات شامل ہوتی ہے اور بلا تخصیص رات کا دن سے خارج کرنا درست نہیں۔

قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کی راتوں میں قربانی کی ممانعت اور کراہت کا دعویٰ محتاج دلیل ہے (چنانچہ ممانعت و کراہت کی کوئی دلیل ثابت نہیں لہٰذا قربانی کی راتوں میں قربانی ذبح کرنا جائز ہے) اور حدیث الباب میں مذکور ایام قربانی کے ذکر سے اگرچہ ظاہری مفہوم سے ان دنوں کی راتوں کو دنوں سے خارج کیا جاتا ہے لیکن ایام کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ ایام سے دن اور رات دونوں مراد لیے جاتے ہیں۔[2]

نیز رات کے وقت قربانی کرنے کی ممانعت کے متعلق درج ذیل احادیث ضعیف ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُضَحَّى لَيْلًا»

"بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔"[3]

---

❶ نیل الأوطار: ۱۳۳/۵۔ ❷ نیل الأوطار: ۱۳۳/۵۔

❷ ضعیف: طبرانی کبیر: ۱۱۲۹۶۔ ضعیف الجامع الصغیر: ۶۰۱۷۔ سلیمان بن سلمہ خبائری متروک ہے۔

② حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ نَهَى عَنْ جَدَادِ اللَّيْلِ وَ حَصَادِ اللَّيْلِ وَالْأَضْحَى بِاللَّيْلِ ﴾

''نبی ﷺ نے رات کے وقت فصل کی کٹائی سے اور رات کے وقت قربانی ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔''[1]

قربانی کا افضل دن:

بلاشبہ دس ذوالحجہ کا دن قربانی کا افضل دن ہے، کیونکہ یہ عشرہ ذوالحجہ کے ابتدائی ایام میں داخل ہے اور اعمال صالحہ کے حسن اور عنداللہ قبول ہونے کے اعتبار سے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن باقی ایام سے افضل و برتر ہیں، نیز نبی ﷺ کا معمول بھی دس ذوالحجہ کو قربانی کرنا رہا ہے۔ لہٰذا دس ذوالحجہ کو جانور ذبح کرنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

دلائل:

① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا الْعَمَلُ فِيْ أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلُ مِنْهَا فِيْ هٰذِهِ، قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ، قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ ﴾

''عشرہ ذوالحجہ کے اعمال سے باقی ایام کے اعمال افضل نہیں (یعنی دس ذوالحجہ کے اعمال باقی دنوں کی نسبت افضل ہیں۔'') صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''(باقی ایام کا) جہاد بھی عشرہ ذوالحجہ سے افضل نہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''باقی ایام کا جہاد بھی عشرہ ذوالحجہ سے افضل نہیں، البتہ جو شخص (جہاد فی سبیل اللہ کے لیے) نکلے اور اپنی جان اور مال کی بازی لگا دے پھر (جان و مال میں سے)

---

[1] ضعیف مرسل: سنن بیهقی: ۹/ ۲۹۰۔ حدیث مرسل ہے اور اس میں حفص بن غیاث کی تدلیس ہے۔

کسی چیز کے ساتھ نہ لوٹے (اس کا یہ عمل عشرہ ذوالحجہ کے مقابل اور باقی ایام کے اعمال سے افضل ہے)۔'' ①

② سیدنا عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ 》

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر دس ذوالحجہ سے اگلا دن (گیارہ ذوالحجہ) ہے۔'' ②

فوائد:

① احادیث الباب دلیل ہیں کہ دس ذوالحجہ کے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ کیونکہ دس ذوالحجہ کا دن عشرہ ذوالحجہ میں شامل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں سے عظیم ترین دن ہے۔ لہٰذا اسی دن کے جملہ اعمال صالحہ سمیت قربانی کرنا بھی افضل ہے۔

② دس ذوالحجہ کے بعد گیارہ ذوالحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے۔

③ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دس ذوالحجہ کے دن قربانی کرنا ثابت ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی دس ذوالحجہ کے دن قربانی کی فضیلت واستحباب پر دال ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

《 كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَ يَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى 》

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عید الاضحیٰ کے دن) عیدگاہ میں جانور ذبح کرتے اور اونٹ نحر

---

❶ صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب فضل العمل فی ايام التشريق : ٩٦٩۔ سنن أبی داوٗد، كتاب الصيام باب فی صوم العشر: ٢٤٣٨۔ جامع ترمذی، كتاب الصوم باب ماجاء فی العمل فی أيام العشر: ٧٥٧۔ سنن ابن ماجه، كتاب الصيام باب صيام العشر: ١٧٢٧۔

❷ صحيح : سنن أبی داوٗد، كتاب المناسك، باب: ١٧٦٥۔ مسند أحمد : ٣٥٠/٤۔ صحيح ابن خزيمه : ٢٩١٧۔ مستدرك حاكم : ٢٢١/٤۔ سنن بيهقی : ٢٤١/٥ ۔

کرتے تھے۔‘‘ ①

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى لِلنَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ وَ صَلَاتِهِ ضَحَّى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ ﴾

’’بے شک رسول اللہ ﷺ نے (عید الاضحیٰ کے دن) لوگوں کو نماز عید پڑھائی، پھر جب خطبہ اور نماز سے فارغ ہوئے آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک مینڈھا ذبح کیا۔‘‘ ②

چوتھے دن قربانی کرنا:

بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کر کے تیرہ ذوالحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کر دی ہے، لہٰذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں، لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی، بلکہ ایام قربانی تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ ہیں۔ تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام قربانی میں شامل ہی نہیں، جیسا کہ اس کی مفصل وضاحت (بعنوان: ایام قربانی کا بیان) میں بیان ہوئی ہے۔

قربانی کا ابتدائی وقت:

قربانی کا ابتدائی وقت نماز عید کے بعد ہے۔ نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد قربانی

---

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی والنحر بالمصلی: ۵۵۵۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب الإمام یذبح بالمصلی: ۲۸۱۱، سنن نسائی، ابواب صلاۃ العیدین، باب ذبح الإمام یوم العید: ۱۵۹۰، سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب الذبح بالمصلی: ۳۱۶۱۔

② حسن: مستدرك حاکم: ۴/ ۲۲۹۔ سنن بیهقی: ۹/ ۲۶۴۔

مشروع ہے اور قبل از نماز عید قربانی کرنا ممنوع ہے، پھر نماز عید سے قبل قربانی کرنے سے قربانی قبول نہیں ہوتی ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هَذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَ مَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ »

”بلاشبہ! ہم اپنے اس دن (عید الاضحیٰ کو) سب سے پہلے جس کام سے آغاز کریں گے، وہ نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس لوٹ کر قربانی کریں گے۔ چنانچہ جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت اختیار کی اور جس نے (نماز عید سے قبل) جانور ذبح کیا، وہ محض اپنے گھر والوں کو (وقت سے پہلے) گوشت پیش کرتا ہے اس کی قربانی نہیں ہوگی۔“ ①

② سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَوَجَّهَ قِبْلَتَنَا، وَ نَسَكَ نُسُكَنَا، فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يُصَلِّيَ »

”جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہماری قربانی کی تو وہ نماز پڑھنے سے قبل جانور ذبح نہ کرے۔“ ②

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الذبح بعد الصلاة: ٥٥٦٠۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ١٩٦١۔ سنن أبی داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما یجوز من الضحایا : ٢٨٠٠۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح قبل الصلاۃ أعاد : ٥٥٦٣۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها: ١٩٦١۔

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَ مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَ أَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ »

''جس نے نماز عید سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کیا اس نے محض اپنی خاطر جانور ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد (جانور) ذبح کیا اس کی قربانی انجام پائی اور اس نے مسلمانوں کی سنت اختیار کی۔''[1]

فوائد:

① ابن بطال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (احادیث الباب دلیل ہیں کہ) قربانی کو نماز عید کے بعد ذبح کرنا مسنون ہے۔[2]

② جو شخص نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر لے اس کی قربانی قبول نہیں ہو گی، قربانی محض اس شخص کی قبول ہوتی ہے جو نماز عید کے بعد جانور ذبح کر لے۔

③ قربانی کا جانور نماز عید سے قبل ذبح کرنا ممنوع اور سنت نبوی اور مسلمانوں کے طریقے کے خلاف عمل ہے، لہٰذا اس سے گریز کیا جائے۔

نماز عید سے قبل قربانی ذبح کرنے کا کفارہ:

جو شخص نماز عید سے قبل قربانی ذبح کر لے، اس پر اس کے عوض اور جانور ذبح کرنا لازم ہے۔

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ »

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية: ٥٥٤٦۔ سنن بيهقی: ٢٧٢/٩۔

[2] شرح ابن بطال: ٢٠/١١۔

”جو شخص نماز (عید) سے قبل (قربانی) ذبح کرلے وہ دوبارہ قربانی کرے۔“ ①

② سیدنا جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْحَاةً ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا أُنَاسٌ قَدْ ذَبَحُوْا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَآهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوْا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَ مَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ »

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک روز (روز عید) قربانیاں ذبح کیں تو ناگہاں کچھ لوگ نماز (عید) سے قبل اپنی قربانیاں ذبح کر چکے تھے، پھر جب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے واپس) پلٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ نماز سے پہلے (قربانیاں) ذبح کر چکے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے نماز سے قبل قربانی ذبح کی ہے وہ اس کی جگہ اور قربانی ذبح کرے اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے تک قربانی نہیں کی وہ اللہ کا نام لے کر قربانی ذبح کرے۔“ ②

③ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَ أَبُوْ بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْدِلْهَا »

”سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے قبل قربانی ذبح کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم کیا کہ

---

❶ صحيح بخارى، كتاب الأضاحى، باب من ذبح قبل الصلاة أعاد : ٥٥٦١۔ صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب وقتها : ١٩٦٢۔

❷ صحيح بخارى، كتاب الذبائح والصيد، باب قول النبى ﷺ فليذبح على اسم الله : ٥٥٠٠۔ صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب وقتها : ١٩٦٠۔ سنن نسائى، كتاب الضحايا، باب ذبح الضحية، قبل الإمام : ٤٤٠٣۔

اس کے بدلے (اور) قربانی ذبح کرو۔"①

فوائد:

① احادیث الباب دلیل ہیں کہ نماز عید سے قبل قربانی ذبح کرنا ممنوع اور خلاف سنت فعل ہے، نیز اس فعل کی مخالفت کرنے والے پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے، ابن بطال شارح صحیح بخاری بیان کرتے ہیں:

﴿ وَ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَعَلَيْهِ الْإِعَادَةُ، لِأَنَّهُ ذَبَحَ قَبْلَ وَقْتِهِ﴾

"علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی اس پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے، کیونکہ اس نے قربانی کے وقت سے پہلے جانور ذبح کیا ہے۔"②

② نماز عید کے بعد اور امام کے قربانی کرنے سے قبل قربانی کرنا جائز ہے۔ ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور لیث بن سعد اسی مذہب کے قائل ہیں۔③

احادیث الباب اسی موقف کی تائید کرتی ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ (قربانی کا ابتدائی وقت کے تحت بیان کردہ حدیث براء بن عازب) دلیل ہے کہ قربانی کا وقت نماز عید ادا کرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور امام کی قربانی ذبح کرنے تک قربانی مؤخر کرنا صحت قربانی کے لیے مشروط نہیں۔

نیز یہ عقلی دلیل بھی اسی موقف کی تائید کرتی ہے کہ اگر امام قربانی نہ کرے تو عوام الناس سے قربانی ذبح کرنے کی مشروعیت ساقط نہیں ہوتی پھر اگر امام نماز سے قبل قربانی ذبح کر

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب قول النبی ﷺ لأبی بردۃ : ضح بالجذع من المعز : ۵۵۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها: ۱۹۶۱، مسند احمد : ۳۰۲/۴۔ سنن بیهقی : ۲۷۷/۹۔

❷ شرح ابن بطال : ۲۰/۱۱۔ ❸ شرح ابن بطال : ۲۰/۱۱۔

دے تو اسے یہ قربانی ناکافی ہوگی، سو معلوم ہوا کہ امام اور مقتدیان قربانی کے وقت میں یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔ ①

جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ امام کی قربانی ذبح کرنے کے بعد قربانی کرنا شرط ہے وہ خاصۂ رسول ﷺ ہے، عام امام اس حکم میں شامل نہیں، یہ مفہوم نص حدیث سے عیاں ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ فَنَحَرُوْا، وَ ظَنُّوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَحَرَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ نَحَرَ قَبْلَهُ، أَنْ يُعِيْدَ بِنَحْرٍ آخَرَ، وَلَا يَنْحَرُوْا حَتَّى يَنْحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

''نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن ہمیں نماز پڑھائی تو کچھ لوگوں نے پہلے جا کر قربانیاں ذبح کر لیں اور ان کا خیال تھا کہ نبی ﷺ جانور ذبح کر چکے ہیں، اس پر نبی ﷺ نے حکم دیا کہ جس نے آپ ﷺ سے پہلے قربانی کی ہے وہ ایک اور قربانی کرے اور جب تک نبی ﷺ قربانی ذبح نہ کریں لوگ قربانیاں ذبح نہ کریں۔'' ②

---

① فتح الباری : ۱۰/ ۲۸۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضاحی : ۱۹٦٤۔ مسند أحمد : ۲/ ۲۹٤۔

ذبح کرنے کے آداب

قربانی کو اچھے طریقے سے ذبح کرنا:

قربانی کو اچھے طریقے سے ذبح کرنا کہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو اور ذبح سے قبل چھری کو خوب تیز کرنا تاکہ آسانی سے جانور ذبح ہو جائے مستحب و مسنون فعل ہے۔

① سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ ثِنْتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ، وَ إِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ ﴾

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دو خصلتیں یاد کی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے اچھا برتاؤ کرنا فرض قرار دیا ہے، چنانچہ جب تم (مقتول کو) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم (جانور) ذبح کرو تو (ذبیحے کو) عمدہ طریقے سے ذبح کرو (تم ذبح سے قبل) چھری خوب تیز کرلو اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔“ ①

① صحیح مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل: ١٩٥٥۔ سنن أبي داود، كتاب الضحايا، باب في النهي عن ان تصبر البهائم ٣٨١٤۔ جامع ترمذي، كتاب الديات باب ما جاء في النهي عن المثلة ١٤٠٩۔ سنن نسائي، كتاب الضحايا، باب الأمر بإحداد الشفرة: ٤٤١٠۔ سنن ابن ماجه، ابواب الذبائح، بان اذا ذبحتم فأحسنو الذبح: ٣١٧٠۔ مسند أحمد : ١٢٢/٤۔

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ چھری تیز کرنے اور تیزی سے چھری پھیرنے سے ذبیحہ کو راحت پہنچائی جائے (کیونکہ کند چھری اور آہستہ چھری چلانا ذبیحہ کی تکلیف وتعذیب کا باعث بنتا ہے)۔[1]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث الباب کی رو سے، تیز چھری سے جانور ذبح کرنا مستحب فعل ہے۔[2]

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی ذبح کرنے سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھری تیز کرنے کا حکم دینا بھی اس عمل کے استحباب پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی ذبح کرنے سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا:

«هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ : اِشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ، ثُمَّ أَخَذَهَا وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ»

''چھری لاؤ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے پتھر پر تیز کرو۔'' چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم کی تعمیل کی اور ازاں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھا پکڑ کر اسے لٹایا، پھر اسے ذبح کیا۔''[3]

جانور کے سامنے چھری تیز کرنا:

جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو ذبح کرنے سے قبل اس کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ فعل ہے، کیونکہ یہ عمل اس کی تکلیف کا باعث ہے، لہذا اس کو لٹانے سے قبل اس کی آنکھوں

---

❶ شرح النووی ١٣/ ١٠٧۔

❷ المغنی مع الشرح الکبیر: ١١/ ٤٧۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة: ١٩٦٧، سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ٢٧٩٢، صحیح ابن حبان: ٥٩١٥، سنن بیهقی، ٩/ ٢٦٧۔

سے اوجھل چھری تیز کی جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ أَنَّ رَجُلًا أَضْجَعَ شَاةً يُرِيْدُ أَنْ يَذْبَحَهَا وَهُوَ يُحِدُّ شَفْرَتَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَ تُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَاتٍ، هَلَّا حَدَّدْتَّ شَفْرَتَكَ قَبْلَ أَنْ تُضْجِعَهَا ﴾

"ایک آدمی نے بکری کو لٹایا، وہ اسے ذبح کرنا چاہتا تھا جب کہ وہ (اسے لٹا کر) چھری تیز کر رہا تھا، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تو اسے کئی موتیں مارنا چاہتا ہے، تو نے اسے لٹانے سے قبل چھری تیز کیوں نہیں کی۔" [1]

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ذبح کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ مذبوح جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ [2]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جانور کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ فعل ہے۔ [3]

ذبیحہ کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنا:

جانوروں کو ایک ساتھ یا ایک دوسرے کے سامنے ذبح کرنا جائز عمل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن قرطہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ وَ قُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ ﴾

❶ صحيح: مستدرك حاكم: ٤/ ٢٣١- سنن بيهقي: ٩/ ٢٨٠-

❷ شرح النووي: ١٣/ ١٠٧-

❸ المغنى مع الشرح الكبير، ١١/ ٤٧-

’’(یوم نحر) کو پانچ یا چھے اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قریب کیے گئے (تاکہ آپ ﷺ انھیں ذبح کریں) تو وہ اونٹ از خود آپ ﷺ کے قریب ہونے لگے کہ آپ ﷺ ان میں سے کسے پہلے ذبح کرتے ہیں (یعنی ہر اونٹ کی خواہش تھی کہ اسے پہلے ذبح کیا جائے، پھر آپ ﷺ نے انھیں ذبح کیا)۔‘‘ ①

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی وغیر قربانی کے جانوروں کو ایک دوسرے، کے سامنے ذبح کرنا جائز ہے اور یہ عمل مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل اگر جانوروں کی تکالیف و تعذیب کا باعث بنتا تو رحمۃ للعالمین اس عمل سے ضرور گریز کرتے، نیز جس روایت سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

﴿ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِّ الشِّفَارِ وَ أَنْ تُوَارَى مِنَ الْبَهَائِمِ وَ قَالَ: إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجْهِزْ ﴾

’’رسول اللہ ﷺ نے (ذبح سے قبل) چھری تیز کرنے اور ذبیحہ کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم ذبح کرو تو تیزی سے چھری چلاؤ۔‘‘ ②

ذبح کے وقت ذبیحہ کا منہ قبلہ رخ کرنا:

ذبح کے وقت ذبیحہ کو قبلہ رخ کرنا اور حسب ذیل دعا کا اہتمام مسنون و مستحب فعل ہے۔

---

① صحیح: سنن أبی داود، کتاب المناسك، باب: ۱۷۶۵۔ مسند أحمد: ٤/ ٣٥۔ صحیح ابن خزیمه: ۲۹۱۷۔ مستدرك حاکم: ٤/ ٢٢١۔ سنن بیهقی: ٥/ ٢٥۔

② ضعیف: سنن ابن ماجه، کتاب ابواب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح: ۳۱۷۲، مسند احمد، ۲/ ۱۰۸۔ طبرانی کبیر: ۱۲۹٦٦۔ سنن بیهقی: ۱۰/ ٤۳۰، اس حدیث میں عبداللہ بن لھیعہ اور امام زہری کی تدلیس ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن سینگوں والے دو خصی مینڈھے ذبح کیے پھر جب انھیں قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے:

﴿ إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ إِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ، إِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِیْكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ذَبَحَ ﴾

''میں نے اپنا رخ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز، میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا، اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں، اے اللہ! یہ قربانی تجھ سے ہے اور تیرے لیے محمد اور اس کی امت کی طرف سے ہے، اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے (مذکورہ کلمات کے بعد ان مینڈھوں کو) کو ذبح کیا۔''[1]

فوائد:

① جانور ذبح کرتے وقت اسے قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے، ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ذبیحہ کو قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے، لیکن اگر ذبح کے وقت صرف بسم اللہ پر اکتفاء کیا جائے اور جانور کو قبلہ رخ نہ کیا جائے تو یہ افضل فعل کو ترک کرنا ہے۔''

[1] حسن : سنن أبی داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ۲۷۹۵۔ بسنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللهﷺ : ۳۱۲۱۔ مستدرك حاکم : ۱/۱۶۷، صحیح ابن خزیمه : ۲۸۹۹۔

قاسم بن محمد، نخعی، ثوری، شافعی اور ابن منذر اسی موقف کے قائل ہیں، اس کے برعکس ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن سیرین ایسا ذبیحہ کھانا مکروہ خیال کرتے تھے، جسے قبلہ رخ کر کے ذبح نہ کیا گیا ہو، راجح مسئلہ یہ ہے کہ (جانور کو ذبح کے وقت قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے) واجب نہیں کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔[1]

② قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کر کے مذکورہ آیت اور ذکر کی تلاوت مستحب فعل ہے۔[2]

اونٹ کے علاوہ جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا:

اونٹ کے سوا گائے، بھیڑ اور بکری کو بائیں جانب لٹا کر ذبح کرنا مسنون فعل ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چھری پکڑی:

﴿ وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ ﴾

''آپ ﷺ نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا، پھر آپ ﷺ نے اسے ذبح کیا۔''[3]

فوائد:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ وَ فِيهِ اسْتِحْبَابُ إِضْجَاعِ الْغَنَمِ فِي الذَّبْحِ، وَ أَنَّهَا لَا تُذْبَحُ قَائِمَةً وَلَا بَارِكَةً، بَلْ مُضْجَعَةً لِأَنَّهُ أَرْفَقُ بِهَا، وَ بِهٰذَا جَاءَتِ الْأَحَادِيْثُ وَ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ، وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ وَ عَمَلُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى

---

1. المغنی لابن قدامہ : ۷/ ۱۸۲۔
2. نیل الأوطار : ۵/ ۱۲۹۔
3. صحیح مسلم : ۱۹۶۷۔ سنن أبی داود: ۲۷۹۲۔ صحیح ابن حبان: ۵۹۱۵۔ سنن بیہقی : ۹/ ۲۸۶۔

أَنَّ إِضْجَاعَهَا يَكُوْنُ عَلَى جَانِبِهَا الْأَيْسَرِ لِأَنَّهُ أَسْهَلُ عَلَى الذَّابِحِ فِي أَخْذِ السِّكِّيْنِ بِالْيَمِيْنِ وَ إِمْسَاكِ رَأْسِهَا بِالْيَسَارِ ﴾

''یہ حدیث دلیل ہے کہ ذبح کے وقت بھیڑ بکری کو لٹانا مستحب فعل ہے اور بھیڑ بکری کو کھڑے یا بٹھا کر ذبح نہ کیا جائے بلکہ اسے لٹا کر ذبح کرنا چاہیے، کیونکہ ذبح کا یہ طریقہ بھیڑ اور بکری کے لیے راحت بخش ہے۔''

اس مفہوم کی کئی احادیث وارد ہوئی ہیں اور اہل اسلام کا بھی اس پر اجماع ثابت ہے، پھر اہل علم اور اہل اسلام کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ بھیڑ اور بکری کو ذبح کے وقت بائیں جانب لٹانا چاہیے اس لیے کہ اس طریقہ ذبح سے ذبح کرنے والے کے لیے دائیں ہاتھ سے چھری پکڑنا اور بائیں ہاتھ سے جانور کا سر تھامنا آسان ہو جاتا ہے۔''[1]

ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا:

ذبح کرتے وقت ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا مستحب فعل ہے اور یہ عمل جانور کو قابو رکھنے اور اچھے طریقے سے ذبح کرنے میں مدد و معاون ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا ﴾

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم ان کے پہلوؤں پر رکھا تھا۔''[2]

---

1. شرح النووی : ۱۳/ ۱۲۲۔ نیل الاوطار: ۵/ ۱۲۹۔
2. صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح الأضاحی بیده: ۵۰۵۸۔ صحیح مسلم کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة: ۱۹۶۶۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب وضع الرجل علی صفحة الضحیة: ۴۴۲۰۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب أضاحی رسول الله ﷺ: ۳۱۲۰۔

فوائد:

بھیڑ اور بکری کو ذبح کرتے وقت اس کے پہلو پر قدم رکھنا مسنون فعل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ عمل اس لیے کیا تا کہ جانور کو مضبوطی سے قابو کیا جائے اور چھری پھیرتے وقت ذبیحہ سر کو زیادہ نہ ہلائے اور ذبیحہ کے پھڑ پھڑانے سے مکمل ذبح کرنا مانع نہ ہو اور ذبح کرنے والے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ①

بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرنا:

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت فقط بسم اللہ پڑھنا جائز و مسنون اور جانور ذبح کرتے وقت کم از کم بسم اللہ کہنا واجب ہے۔

❁ سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ ﴾

"جس نے نماز عید سے قبل (قربانی) ذبح کی وہ اس کی جگہ (اور) بکری ذبح کرے اور جس نے (نماز عید تک جانور) ذبح نہیں کیا وہ بسم اللہ کہہ کر جانور ذبح کرے۔" ②

فوائد:

فليذبح على اسم الله سے مراد بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنا ہے اور اس کا یہی مفہوم راجح ہے۔ ③

---

❶ شرح النووی : ۱۳/ ۱۲۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، فلیذبح علی اسم الله: ۵۵۰۰، صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها: ۱۹۶۰، سنن نسائی، ۴۴۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲۔

❸ شرح النووی : ۳/ ۱۱۱۔

امر وجوب کے لیے ہے، لہٰذا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ نیز ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا نبی ﷺ کا ذاتی فعل بھی ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کا مینڈھا ذبح کرنے لگے تو آپ ﷺ نے کہا:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحّٰى ﴾

''بسم اللہ (اللہ کے نام سے) اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما!'' پھر آپ ﷺ نے (جانور) ذبح کیا۔'' ①

بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا:

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا مستحب فعل ہے کیونکہ جانور ذبح کرتے وقت ان کلمات کا پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ ضَحّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ يُسَمِّي وَ يُكَبِّرُ ﴾

''نبی ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کیے (اور آپ ﷺ انھیں ذبح کرتے وقت) بسم اللہ واللہ اکبر کہتے تھے۔'' ②

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی اور دیگر جانوروں کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا ثابت ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

نیز جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا مستحب فعل ہے۔ ③

---

① صحیح مسلم : ۱۹٦۷۔ سنن أبی داود، ۲۷۹۲۔ مسند أحمد : ٦/۷۸۔ سنن بیهقی : ۹/۲٦۷۔

② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب السوال بأسماء الله: ۷۳۹۹۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹٦٦۔

③ شرح النووی، ۱۳/۱۲۱، نیل الاوطار، ۵/۱۲۹۔

قربانی ذبح کرتے وقت صاحب قربانی کا نام لینا:

قربانی ذبح کا جانور کرتے وقت صاحب قربانی کا نام لینا اور مذکورہ کلمات کہنا مستحب ہیں یا مکروہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

جمہور علماء قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کے ساتھ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ (اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے قبول فرما) اور اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ فُلَانٍ یہ قربانی میری طرف سے اور تیرے لیے ہے فلاں شخص کی طرف سے) کہنا مستحب عمل ہے۔

شافعیہ حسن بصری اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کے علاوہ کوئی اور ذکر یا اللہ کے سوا کسی اور کا نام لینا (خواہ قربانی کرنے والا شخص ہی کیوں نہ ہو) مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (جس جانور پہ غیر اللہ کا نام پکارا جائے وہ حرام ہے) [البقرة : ٢٧٣]

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ قربانی کرتے وقت اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَلَكَ کہنا مکروہ فعل اور بدعت ہے۔ ①

راجح مذہب:

اس مسئلہ میں جمہور علماء کا مذہب راجح ہے اور اس کے اُقرب الی الصواب ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مینڈھا ذبح کرتے وقت یہ کلمات کہے:

«اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ»

''اے اللہ! محمد آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما!'' ②

❶ شرح النووی : ١٢٢/١٣۔ المغنی مع الشرح الکبیر : ١١٨/١١۔

❷ صحیح مسلم : ١٩٦٧۔ سنن أبی داوٗد، ٢٧٩٢، مسند أحمد، ٧٨/٦۔ سنن بیهقی : ٢٦٧/٩۔

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ فِيْهِ دَلِيْلٌ لِاسْتِحْبَابِ قَوْلِ الْمُضَحِّيْ حَالَ الذَّبْحِ مَعَ التَّسْمِيَةِ وَالتَّكْبِيْرِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ، قَالَ أَصْحَابُنَا : وَ يُسْتَحَبُّ مَعَهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ إِلَيْكَ تَقَبَّلْ مِنِّيْ ﴾

"یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کرنے والے کا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر، کے ساتھ ﴿ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ ﴾ کہنا مستحب فعل ہے اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں کہ بسم اللہ واللہ اکبر کے ساتھ ﴿ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ إِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ ﴾ کہنا بھی مستحب ہے۔"[1]

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عید قربان کے دن دو چتکبرے سینگوں والے دو خصی مینڈھے ذبح کیے اور جب انھیں قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے:

﴿ إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ﴾[2]

---

❶ شرح النووی : ۱۲۲/۱۳۔

❷ حسن : سنن أبی داوٗد : ۲۷۹۵۔ سنن ابن ماجه : ۳۱۲۱۔ مستدرك حاكم : ۱/ ۱۶۷۔ صحیح ابن خزیمه : ۲۸۹۹۔

فوائد:

قربانی ذبح کرنے سے قبل مذکورہ کلمات پڑھنا اور «اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ فُلَانٍ» کہنا مشروع و مستحب ہے اور امام نووی رحمہ اللہ اور ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے بھی جمہور علماء کے موقف کو راجح قرار دیا ہے۔ ①

نیز ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ مذکورہ احادیث کو نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ احادیث الباب مذکورہ عمل کے استحباب کی ایسی واضح نص ہیں جس میں اختلاف رائے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ②

اونٹ کو نحر کرنا:

باقی جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا اور اونٹ کے بائیں گھٹنے کو باندھ کر کھڑے کھڑے نحر کرنا افضل و مستحب عمل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ﴾ [الحج : ٣٦]

''اور قربانی کے بڑے جانور، ہم نے انھیں تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بڑی خیر ہے۔ سو ان پر اللہ کا نام لو، اس حال میں کہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں۔''

تفسیر:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ﴿صَوَآفَّ﴾ کی تفسیر قیاماً ہے (یعنی اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرو)۔ ③

---

❶ شرح النووی، ١٢٢/١٣، المغنی مع الشرح الکبیر: ١١٢٨/١١۔
❷ المغنی مع الشرح الکبیر: ١١٨/١١۔
❸ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب نحر البدن قائماً۔

② مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿صَوَآفَّ﴾ کی تفسیر یوں بیان فرمائی:

« مَعْقُوْلَةٌ إِحْدَى يَدَيْهَا، قَائِمَةٌ عَلَى ثَلَاثِ قَوَائِمَ »

''نحر کے وقت اونٹ کی ایک (بائیں) ٹانگ بندھی ہو اور وہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہو۔''①

③ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا »

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے کہ وہ کھڑے تھے۔''②

④ زیاد بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا، قَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً، سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

''میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ ایک آدمی کے پاس آئے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اسے کھڑا کر کہ اس کا ایک گھٹنا بندھا ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے۔''③

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ کو تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا

---

❶ حسن : تفسیر طبری: ۱۸/ ۶۳۲۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من نحر ھدیة بیدہ : ۱۷۱۲۔ سنن ابو داؤد، کتاب المناسك، باب فی الاقران: ۱۷۹۶۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب نحر الإبل مقیدة : ۱۷۱۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب نحر الابل : ۱۳۲۔ سنن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب کیف تنحر البدن: ۱۷۶۸۔ مسند أحمد : ۲/ ۱۳۹۔

باندھ کر نحر کرنا مستحب ہے، شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کی فضیلت برابر ہے، لیکن (مؤخر الذکر دونوں طریقے) خلاف سنت ہیں۔ ①

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ صفت (تینوں ٹانگوں پر کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا باندھ کر) اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے اور جاہل کو سنت کی تعلیم دینا اور خلاف سنت فعل پر خاموش نہ رہنا مستحب فعل ہے اگرچہ خلاف سنت کام پر خاموشی اختیار کرنا مباح ہے۔ ②

نحر کرنے کا مسنون طریقہ:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" وَالسُّنَّةُ نَحْرُ الْإِبِلِ قَائِمَةً مَعْقُوْلَةً يَدُهَا الْيُسْرَى، فَيَضْرِبُهَا بِالْحَرْبَةِ فِي الْوَهْدَةِ الَّتِيْ بَيْنَ أَصْلِ الْعُنُقِ وَالصَّدْرِ "

" اونٹ کو نحر کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نحر کے وقت اونٹ کھڑا ہو اور بایاں بازو بندھا ہوا ہو، پھر نحر کرنے والا اس کی گردن اور سینے کے درمیان گڑھے میں نیزہ مارے۔ یہ نحر کا مسنون طریقہ ہے اور مالک، شافعی، اسحاق اور اہل منذر نے اس طریقہ کو مستحب قرار دیا ہے۔" ③

قربانی کا جانور خود ذبح کرنا:

اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا اکثر یہی معمول رہا ہے۔

---

❶ شرح النووی : ۹/۶۹-۷۰۔

❷ فتح الباری : ۳/۶۹۹۔

❸ المغنی لابن قدامہ : ۷/۱۸۱۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے، دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔''[1]

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، فِيهِ أَنْ يُسْتَحَبَّ أَنْ يَتَوَلَّى الْإِنْسَانُ ذَبْحَ أُضْحِيَتِهِ بِنَفْسِهِ وَلَا يُوَكِّلَ فِي ذَبْحِهَا إِلَّا بِعُذْرٍ ﴾

''ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے) یہ الفاظ دلیل ہیں کہ انسان کا اپنی قربانی خود ذبح کرنا اور بلا عذر کسی اور کو قربانی کا نگران مقرر نہ کرنا مستحب فعل ہے۔''[2]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کا بیان ہے، قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے موقع پر دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے نیز حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے تھے اور یہ عمل اس لیے بھی افضل ہے کہ یہ فعل تقرب الٰہی کا باعث ہے اور ایسا فعل جو قربت الٰہی کا سبب ہو اس میں نائب مقرر کرنے کے بجائے اسے خود سرانجام دینا بہتر ہے۔[3]

---

❶ صحيح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التكبير عند الذبح : ٥٥٦٥۔

❷ شرح النووی : ١٣/ ١٢٠۔

❸ المغنی مع الشرح الکبیر : ١١/ ١١٧۔

ذبح کرتے وقت تعاون لینا:

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت دوسرے شخص سے تعاون لینا جائز و مباح ہے، ابوالخیر مصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا:

«أَنَّهُ أَضْجَعَ أُضْحِيَتَهُ لِيَذْبَحَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلِ: أَعِنِّيْ عَلَى ضَحِيَّتِيْ فَأَعَانَهُ»

''بلاشبہ آپ ﷺ نے ذبح کرنے کے لیے اپنی قربانی لٹائی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: ''قربانی کا جانور ذبح کرنے میں میری مدد کیجیے'' تو اس نے آپ ﷺ کی مدد کی۔''①

ذبح کرنے میں نائب بننا اور نائب بنانا:

اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص کی قربانی کرنا اور کسی اور سے قربانی ذبح کرانا دونوں صورتیں جائز و مباح ہیں، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«وَ ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ»

''اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔''②

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے حج کے احوال بیان کرتے ہیں:

«ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَ سِتِّيْنَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ»

''پھر آپ ﷺ نے قربان گاہ کا رخ کیا اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے،

---

❶ صحیح : مسند أحمد : ۵/ ۳۷۳۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۰/ ۲۵) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری: ۵۵۵۹۔ صحیح مسلم : ۱۳۱۱۔

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو (چھری) دی اور انھوں نے باقی ماندہ (۳۷ اونٹ) نحر کیے۔'' ①

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اپنی قربانی خود ذبح کرنا مستحب فعل ہے اور بلا عذر کسی دوسرے شخص کو قربانی کا جانور ذبح کرنے میں نائب مقرر نہیں کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی مسلمان سے قربانی کا جانور ذبح کرایا جائے تو بالاجماع یہ عمل جائز ہے اور اہل کتاب کے کسی شخص سے قربانی کرانا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اس کے ذبح کرنے سے قربانی کفایت کرتی ہے اور صاحب قربانی کی قربانی واقع ہو جاتی ہے۔ مالک کے سوا شافعیہ اور تمام علماء کا یہی موقف ہے۔ ②

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: '' قربانی ذبح کرنے میں نائب بنانا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تریسٹھ اونٹ نحر کرنے کے بعد باقی اونٹوں کے لیے نائب طلب کیا تھا۔'' ③

کیا عورت قربانی کا جانور ذبح کر سکتی ہے؟

اگر عورت جانور ذبح کرنے میں مہارت رکھتی ہے تو عورت کے لیے قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے (بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهِ) کے تحت بیان کیا:

﴿ وَأَمَرَ أَبَا مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يُضَحِّينَ بِأَيْدِيهِنَّ ﴾

''سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانیاں خود ذبح کریں۔'' ④

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم: ١٢١٨۔ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم: ١٩٠٥۔ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب حجة الرسول صلى الله عليه وسلم: ٣٠٧٤۔

❷ شرح النووي: ١٣/ ١٢٠۔

❸ المغني مع الشرح الكبير: ١١/ ١١٧۔

❹ صحيح بخاري، قبل الحديث: ٥٥٥٩، یہ روایت معلق ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۸۱۶۹ اور مستدرک حاکم میں متصل سند سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ أَبَا مُوْسَى كَانَ يَأْمُرُ بَنَاتِهِ أَنْ يَذْبَحْنَ نَسَائِكَهُنَّ بِأَيْدِيْهِنَّ﴾

''ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم کیا کرتے تھے کہ وہ اپنی قربانیاں اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مستدرک حاکم میں واقع اس اثر کی سند صحیح ہے۔[1]

فوائد:

① ابن تین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت (قربانی) ذبح کر سکتی ہے۔[2]

② علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ اس اثر کی شرح بیان کرتے ہیں:

﴿وَ فِيْهِ أَنَّ ذَبْحَ النِّسَاءِ نَسَائِكَهُنَّ يَجُوْزُ إِذَا كُنَّ يُحْسِنُ الذَّبْحَ﴾

''اس اثر میں دلیل ہے کہ عورتیں اپنی قربانی کے جانور خود ذبح کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ ذبح کرنے میں مہارت رکھتی ہوں۔''[3]

③ درج ذیل حدیث بھی واضح دلیل ہے کہ عورت جانور ذبح کر سکتی ہے اور عورت کے ذبیحے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا﴾

''بے شک ایک عورت نے پتھر کے ساتھ بکری ذبح کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس (کی حلت) کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔''[4]

---

❶ فتح الباری: ۱۰/ ۲۵۔ ❷ فتح الباری: ۱۰/ ۲۵۔

❸ عمدۃ الباری: ۲۱/ ۱۵۵۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب ذبیحۃ المرأۃ والأمۃ: ۵۵۰۴۔

فوائد:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ فِيهِ جَوَازُ أَكْلِ مَا ذَبَحَتْهُ الْمَرْأَةُ سَوَاءً كَانَتْ حُرَّةً أَوْ أَمَةً، كَبِيْرَةً أَوْ صَغِيْرَةً، مُسْلِمَةً أَوْ كِتَابِيَّةً، طَاهِرًا أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِأَكْلِ مَا ذَبَحَتْهُ وَ لَمْ يُسْتَفْصَلْ، نَصَّ عَلَى ذٰلِكَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُوْرِ﴾

''اس میں بیان ہے کہ عورت جو جانور ذبح کرے اسے کھانا جائز ہے، خواہ ذبح کرنے والی عورت آزاد ہو یا باندی، بڑی عمر کی ہو یا چھوٹی عمر کی، مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، طاہر ہو یا غیر طاہر، (عورت کا ذبیحہ حلال اور اسے کھانا جائز ہے) کیونکہ آپ ﷺ نے اس جانور کو کھانے کا حکم دیا جسے عورت نے ذبح کیا تھا اور آپ ﷺ سے تفصیل طلب نہیں کی گئی (کہ کس عورت کا ذبیحہ جائز اور کس کا ناجائز ہے) نیز آپ ﷺ کا عورت کے ذبیحہ کھانے کا حکم مطلق جواز کی دلیل ہے)۔'' شافعی نے اس (عورت کے ذبیحہ کے حلال و جائز ہونے) پر نص بیان کی اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے)۔ [1]

ذبح کے وقت حاضر ہونا:

جو شخص خود قربانی کا جانور ذبح نہ کرے اس کا ذبح کے وقت وہاں حاضر ہونا لازم نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی تو گائے ذبح کرتے وقت ازواج مطہرات وہاں موجود نہیں تھیں، بلکہ انھیں قربانی کا گوشت ملنے پر اس قربانی کی اطلاع

[1] فتح الباری: ۹/ ۷۸، ۷۸٤۔

موصول ہوئی۔ (صحیح بخاری: ۵۵۴۸) نیز جن روایات میں قربانی کے وقت حاضر ہونے کا حکم ہے وہ روایات ضعیف و ناقابل حجت ہیں۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا فَاطِمَةُ ! قُوْمِي إِلَى أُضْحِيَتِكِ فَاشْهَدِيْهَا، فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيْهِ »

''اے فاطمہ! اپنی قربانی کی طرف اٹھو اور اس کے ذبح کے وقت حاضری دو کیونکہ (اس عمل سے) اس کے پہلے قطرہ، خون گرنے پہ تیرے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، جو تو نے کیے ہیں۔''[1]

عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرنا:

عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب فعل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں:

① نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِيْ مَنْحَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی قربان گاہ میں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربان گاہ (عید

---

[1] ضعيف جداً: مستدرك حاكم: ٤/ ٢٢٢۔ طبراني كبير: ١٥٠٠٢۔ طبراني أوسط: ٢٦٠٩۔ سنن بيهقي: ٩/ ٢٨٣۔ نضر بن اسماعیل بجلی ضعیف اور ثابت بن ابی صفیہ، ابوحمزہ ثمالی سخت ضعیف راوی ہیں۔
یہی روایت (مستدرک حاکم: ۴/ ۲۲۲، مسند بزار: ۱۲۰۲، سنن بیہقی: ۹/ ۲۸۳) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں ابوداؤد بن عبد الحمید ضعیف اور عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی متروک راوی ہے۔ اور یہ روایت مصنف عبد الرزاق: ۸۱۶۸ میں زہری سے مروی ہے اور اس کی سند بھی انتہائی ضعیف ہے، اس میں عبد اللہ بن محرر متروک اور زہری کا ارسال ہے۔

گاہ) میں ذبح کرتے تھے۔"[1]

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَ يَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى »

"رسول اللہ ﷺ عید گاہ میں (قربانی کا جانور) ذبح اور نحر کرتے تھے۔"[2]

(یہ احادیث دلیل ہیں کہ) عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح اور نحر کرنا مستحب ہے اور عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ذبح کا عمل فقراء کے سامنے ہو اور وہ قربانی کا گوشت حاصل کر سکیں۔[3]

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضحی والنحر بالمصلی: ٥٥٥١۔ سنن بیہقی: ٥/ ٢٤٠۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضحی والنحر بالمصلی : ٥٥٥٢۔ سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب الإمام یذبح بالمصلی: ٤٣٧١۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی باب الذبح بالمصلی : ٣١٦١۔

❸ نیل الاوطار: ٥/ ١٢٩۔

قربانی کے گوشت کا مصرف

قربانی کا گوشت خود کھانا، عزیز و اقارب کو کھلانا، صدقہ کرنا، ذخیرہ کرنا اور زادِ راہ بنانا جائز و مباح ہے ان تمام صورتوں کے جواز کے دلائل درج ذیل ہیں۔

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [الحج: ٣٦]

”اور قربانی کے بڑے جانور، ہم نے انھیں تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بڑی خیر ہے۔ سو ان پر اللہ کا نام لو، اس حال میں کہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔“

② اللہ تعالیٰ قربانی کے جانوروں کے گوشت کی تقسیم کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [الحج: ٢٨]

”سو تم اس سے کچھ کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو کھلاؤ۔“

③ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کے متعلق فرمایا:

((كُلُوْا وَ أَطْعِمُوْا وَ ادَّخِرُوْا))

"قربانی کا گوشت کھاؤ، کھلاؤ، اور ذخیرہ کرو۔"[1]

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر کہ تین دن سے زائد قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنا جائز ہے فرمایا:

((إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِيْ دَفَّتْ عَلَيْكُمْ، فَكُلُوْا وَ تَصَدَّقُوْا وَادَّخِرُوْا))

"میں نے تو تمھیں (قربانیوں کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے سے) نادار لوگوں کی مفلوک الحالی کی وجہ سے منع کیا تھا سو اب تم قربانیوں کا گوشت کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو۔"[2]

فوائد:

مذکورہ دلائل کی رو سے قربانی کا گوشت خود کھانا، فقراء مساکین، اور عزیز و اقارب کو کھلانا، صدقہ کرنا اور ذخیرہ کرنا جائز و مباح ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی: ٥٥٦٩۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النهی عن أکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی أول الاسلام: ١٩٧٤۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النهی عن أکل لحوم الأضاحی، بعد ثلاث: ١٩٧١۔ سنن أبی داوٗد، کتاب الضحایا، باب جنس لحوم الأضاحی، ٢٨١٢۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الادخار من الأضاحی: ٤٤٣٢۔

صاحب قربانی پر گوشت کھانا واجب نہیں:

قربانی کرنے والے پر قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے یا مستحب اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اہل علم (ابو طیب بن سلم وغیرہ) کے نزدیک قربانی کا گوشت کرنے والے پر قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے، ان کے دلائل یہ آیات ہیں۔

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَ أَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ﴾

''سوتم اس سے کچھ کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو کھلاؤ۔'' [الحج : ۲۸]

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَ أَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ﴾ [الحج : ۳٦]

''تم قربانیوں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔''

قربانی کا گوشت کھانے والے وجوب کے قائلین کے نزدیک ان آیات میں قربانی سے کھانے کا حکم وجوب کے متقاضی ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک قربانی سے کھانا واجب ہے اور اس حکم کی وجہ سے تمام قربانی صدقہ کرنا ناجائز ہے۔ ①

راجح موقف:

قربانی کا گوشت کھانا جائز ومباح اور مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیات میں قربانی سے کھانے کا حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت و استحباب کے لیے ہے۔

① حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا﴾ ''قربانیوں سے کھاؤ۔''

یہاں قربانیوں سے کھانے کا حکم اباحت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں۔

❶ المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/ ۸۱۱۔

❷ تفسیر طبری : ۱۸/ ۸۱۱۔

② حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض علماء نے ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ قربانیوں کے گوشت سے کھانا واجب ہے یہ غریب وشاذ قول ہے اور اکثر علماء کا مذہب ہے کہ یہ حکم رخصت واستحباب کے لیے ہے (وجوب کے لیے نہیں)۔[1]

③ امام قرطبی رحمہ اللہ ﴿ فَكُلُوْ مِنهَا ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لیے ہے اور ہدی اور قربانی سے کھانا اور اکثر گوشت صدقہ کرنا مستحب ہے نیز تمام قربانی صدقہ کرنا اور تمام گوشت کھانا بھی جائز ہے۔[2]

نیز حافظ ابن جوزی نے زاد المسیر (۴۲۶/۵) اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

④ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے واجب نہیں۔ شافعیہ اور جمیع علماء کا بھی یہی موقف ہے، ماسوائے ابو طیب بن سلمہ کے کہ وہ وجوب کے قائل تھے۔[3]

⑤ عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ یا سات اونٹ نحر کیے پھر جب وہ گر پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آواز سے بات کی، جسے میں سمجھ نہ سکا، راوی نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ تو عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ ﴾ ''جو چاہے (ان سے گوشت) کاٹ لے۔''[4]

---

❶ تفسیر ابن کثیر : ۳/ ۲٤٠۔

❷ تفسیر قرطبی: ۱۲/ ٤٤۔

❸ شرح النووی : ۱۳/ ۱۳۔

❹ صحیح : سنن أبی داوٗد : ۱۷٦٥۔ مسند أحمد : ۳٥/٤٠۔ صحیح ابن خزیمه : ۲۹۱۷۔ مستدرك حاکم : ٤/ ۲۲۱۔

فوائد:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے واجب نہیں نیز قربانی چونکہ ثواب الٰہی کے حصول کے لیے کی جاتی ہے اس لیے عقیقہ کی مثل اس سے کھانا واجب نہیں اور آیت میں مذکورہ قربانی سے کھانے کا حکم استحباب و اباحت کے لیے ہے۔ ①

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار:

قربانی کے گوشت کی تقسیم کے طریقہ کار میں علماء کا اختلاف ہے۔

پہلا موقف:

امام شافعی اور شافعیہ کا مذہب ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، قربانی کرنے والا ایک تہائی حصہ خود کھائے، ایک تہائی حصہ صدقہ کرے اور ایک تہائی حصہ کھلائے۔ ②

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ ''پس تم قربانیوں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ۔'' [الحج : ٣٦]

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے مذکورہ تقسیم کا مفہوم کشید کیا ہے، لیکن یہ استدلال درست نہیں۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جس آیت سے امام شافعی نے قربانی کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرنے کی دلیل لی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں گوشت کو کھانے اور صدقہ کرنے کی مقدار متعین نہیں کی۔ (بلکہ اس میں تو قربانی کا گوشت کھانے،

---

① المغنی مع الشرح الکبیر: ١١/ ١١٠۔
② فتح الباری : ١٠/ ٣٤۔ شرح النووی : ١٣١١٣۔ نیل الأوطار : ٥/ ١٣٠۔

کھلانے اور صدقہ کرنے کی ترغیب ہے)۔ ①

② شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث: ((كُلُوْا وَ تَصَدَّقُوْا، وَ أَطْعِمُوْا)) ''قربانی کا گوشت کھاؤ، صدقہ کرو اور کھلاؤ۔'' سے بھی مذکورہ تقسیم کے برحق ہونے کی دلیل اخذ کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (قربانی کے گوشت سے کھلاؤ) اس اطلاق سے استدلال کیا گیا ہے، کہ قربانی کے گوشت سے کھلانے کی کوئی معین مقدار کی قید نہیں بلکہ قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ قربانی کا کچھ گوشت خود کھائے اور باقی صدقہ و ہدیہ کر دے۔ ②

دوسرا موقف:

ابن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کا نصف گوشت کھانا اور نصف صدقہ کرنا مستحب ہے۔ ③

اس موقف کے قائلین کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ [الحج : ۲۸] ''تم قربانیوں سے کھاؤ اور ضرورت مند فقیر کو بھی کھلاؤ۔''

راجح موقف:

اس مسئلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ قربانی کرنے والا قربانی کا گوشت بلا تعیین مقدار حسب منشا کھا سکتا ہے اور چاہے تو تمام گوشت صدقہ بھی کر سکتا ہے، دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، وَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيْ

❶ المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/۱۱۰۔
❷ فتح الباری : ۱۰/۳٤۔
❸ فتح الباری : ۱۰/۳٤۔ شرح النووی : ۳/۱۳۱۔

فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوْا مَا بَدَالَكُمْ»

''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو (اب) تم ان کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمھیں تین دن سے زائد قربانیوں کا گوشت (ذخیرہ) کرنے سے منع کیا تھا سو (اب) جتنا چاہو گوشت روک لیا کرو۔''①

فوائد:

① قربانی کرنے والا جس قدر چاہے گوشت کھا سکتا اور ذخیرہ کر سکتا ہے، اور قربانی کا گوشت صدقہ کرنے اور فقراء و مساکین کے برابر کھانے کی کوئی قید نہیں ہے۔

② قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" فَكُلُوْا مَا بَدَالَكُمْ "

''قربانی کا گوشت جتنا چاہو کھاؤ۔'' یہ الفاظ دلیل ہیں کہ قربانی کا گوشت کھانے کی کوئی خاص مقدار معین نہیں، بلکہ انسان اپنی قربانی سے جتنا جی چاہے کھا سکتا ہے، خواہ یہ مقدار زیادہ ہی ہو، بشرطیکہ " أَطْعِمُوْا " ''قربانی کا گوشت لوگوں کو بھی کھلاؤ۔'' اس حکم کی تعمیل ہو سکے۔②

② سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنِّيْ كُنْتُ حَرَّمْتُ لُحُوْمَ الْأَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَكُلُوْا، وَ تَزَوَّدُوْا وَادَّخِرُوْا مَا شِئْتُمْ»

''بلاشبہ میں نے تین دن سے اوپر قربانیوں کا گوشت حرام کیا تھا سو (اب) تم جتنا چاہو کھاؤ، جتنا چاہو زادِ راہ لو، جتنا چاہو ذخیرہ کرو۔''③

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النھی عن أکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث: ۹۷۷۔ سنن نسائی، کتاب الأشربة، باب الإذن فی شیء منھا: ۵٦۵۵۔ صحیح ابن حبان: ۵٤۰۰۔

❷ نیل الأوطار: ۱۳٦/۵۔ ❸ صحیح: مسند أحمد: ۵۷/۳۔

اور ابن سیرین عن ابی سعید رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُوْا وَ أَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا مَا شِئْتُمْ »

"(قربانیوں کا گوشت) جتنا چاہو کھاؤ، جتنا چاہو کھلاؤ اور حسب منشا ذخیرہ کرو۔"[1]

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے گوشت کا استعمال قربانی کرنے والے کی صوابدید پر ہے۔ اسے قربانی کا گوشت کھانے اور کھلانے کا اختیار حاصل ہے، چاہے تو زیادہ گوشت خود کھا لے اور چاہے تو گوشت کا زیادہ حصہ کھلا دے اور صدقہ کر دے۔ بشرطیکہ قربانی کے گوشت کے مصارف پر عمل ہو جائے۔

تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا:

عہد رسالت میں ایک سال رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیہاتی لوگوں کی عسرت و تنگ دستی کے پیش نظر تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا، پھر آپ ﷺ نے قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کی اجازت مرحمت فرمائی، سو تین دن سے زائد گوشت ذخیرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

1. سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع کیا، بعد ازاں فرمایا:

« كُلُوْا وَ تَزَوَّدُوْا وَادَّخِرُوْا »

"قربانی کا گوشت تم (تین دن کے بعد تک) کھاؤ، زادِ راہ بناؤ اور ذخیرہ کرو۔"[2]

2. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْأَضْحَى زَمَنَ رَسُوْلِ

---

[1] صحيح : مسند أحمد : ٣/ ٥٧۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث : ١٩٧٣۔ سنن نسائي، كتاب الضحايا، باب الإذن في ذلك : ٤٤٣٨۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِدَّخِرُوْا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَصَدَّقُوْا مِمَا بَقِيَ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُوْنَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَ يُجْمِلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا: نَهَيْتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُوْمُ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَقَالَ: إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِيْ دَفَّتْ، فَكُلُوْا وَادَّخِرُوْا»

''عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ (مفلوک الحال) بادیہ نشین خاندان (مدینہ) آئے تو رسول اللہ ﷺ نے (ان کی مدد و اعانت کے پیش نظر) فرمایا: ''تم قربانی کا گوشت تین دن ذخیرہ کرو، پھر باقی ماندہ گوشت صدقہ کر دو۔'' اس کے بعد (اگلے سال) لوگوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! بلاشبہ لوگ اپنی قربانیوں (کے چمڑوں) سے مشکیزے بناتے اور ان کی چربی پگھلا لیا کرتے تھے۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ ''مسئلہ کیا ہے؟'' انھوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: ''آپ ﷺ نے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تو (بادیہ نشین لوگوں کی) تنگ حالی و نقاہت کے پیش نظر تمھیں منع کیا تھا۔ سو (اب) تم (قربانی کا گوشت) کھاؤ، زادِ راہ بناؤ اور ذخیرہ کرو۔''[1]

③ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ! لَا تَأْكُلُوْا لَحْمَ الْأَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَشَكَوْا

[1] صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النھی عن أکل لحوم الأضاحی: ١٩٧١۔ سنن أبی داود، کتاب الأضاحی، باب فی حبس لحوم الأضاحی: ٢٨١٢۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الادخار الأضاحی: ٤٤٣٦۔

إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُمْ عِيَالًا وَحَشَمًا وَ خَدَمًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُلُوْا وَ أَطْعِمُوْا وَاحْبِسُوْا أَوِ ادَّخِرُوْا»

''اے اہل مدینہ! تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت نہ کھاؤ۔'' پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ان کے اہل وعیال و خاص و عام خدام ہیں (جو تین دن کے بعد گوشت کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم (تین کے بعد بھی قربانی کا گوشت) کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔'' [1]

4 سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ ضَحّٰى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَ بَقِيَ فِيْ بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِيَ ؟ قَالَ : كُلُوْا وَ أَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا، فَإِنَّ ذٰلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِيْنُوْا فِيْهَا»

''تم میں سے، جو شخص قربانی کرے تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس سے کچھ بھی باقی نہ ہو، پھر جب اگلا سال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! اس سال بھی ہم ویسا کریں جیسا گزشتہ سال کیا تھا؟'' (یعنی تین دن کے بعد گوشت ذخیرہ نہ کریں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''(تین دن کے بعد) کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، چونکہ گزشتہ سال لوگوں کو تنگ دستی کا سامنا تھا، سو میں نے ارادہ کیا کہ تم اس (تنگ دستی) میں ان کی مدد کرو۔'' [2]

1 صحیح مسلم، کتاب الأضاحی: ۱۹۷۳۔
2 صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی: ۵۵۶۹۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی: ۱۹۷۴۔

فوائد:

① قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''احادیث الباب صریح نص ہیں کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے، صحابہ و تابعین اور علمائے سلف میں جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔''[1]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے قول کی رو سے تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا جائز ہے۔[2]

مذاہب و آراء:

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کے جواز، حرمت اور مشروط اباحت (یعنی اگر مسلمان تنگ دستی اور عسرت کا شکار ہوں تو تین دن سے زیادہ گوشت ذخیرہ کرنا حرام اور بصورت دیگر حلال) کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ احادیث بالا سے علماء نے مختلف مفاہیم کشید کیے ہیں۔

① کچھ علماء کا موقف ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانا اور ذخیرہ کرنا حرام ہے اور تحریم کا حکم اب بھی باقی ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی موقف کے قائل ہیں۔

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی موقف کے قائل کیونکر تھے، اس بارے ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی) رخصت نہیں پہنچی تھی اور انھوں نے اس مسئلہ میں نہی کے متعلق سنا تھا، سو اس کے مطابق انھوں نے روایت بیان کی۔[3]

---

❶ نيل الأوطار: ٥/ ١٣٥۔

❷ المغنی مع الشرح الكبير: ١١/ ١١١۔

❸ المغنی مع الشرح الكبير: ١١/ ١١١۔

③ شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ممکن ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے موافقین کو ناسخ کا علم نہ ہو اور جسے کسی مسئلہ کے متعلق علم ہو وہ مسئلہ سے ناواقف شخص پر دلیل ہوتا ہے سو واقفان ناسخ کی دلیل برحق واولیٰ ہے۔ ①

④ جمہور علماء کہتے ہیں: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا اور ذخیرہ کرنا جائز ہے۔ اوپر بیان کردہ احادیث کی وجہ سے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، بالخصوص حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ اس نہی کی ناسخ ہے، اور یہ سنت سے سنت منسوخ ہونے کی مثال ہے۔

⑤ بعض علماء کا موقف ہے کہ تین دن سے اوپر قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت کا حکم منسوخ نہیں ہوا، بلکہ تحریم علت کی وجہ سے تھی اور جب علت معدوم ہوئی تو حکم تحریم از خود زائل ہو گیا۔ حدیث سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقف کے قائلین کی دلیل ہیں۔

⑥ گوشت ذخیرہ کرنے کی نہی شروع ہی سے کراہت کے لیے ہے، نہی تحریمی نہیں۔ اس موقف کے قائلین کہتے ہیں: یہ کراہت اب بھی باقی ہے، لیکن گوشت کی ذخیرہ اندوزی حرام نہیں اور اس جیسی تنگی و مشکل آج بھی پیش ہو تو لوگوں کو ایسے مفلوک الحال لوگوں کی دادرسی کرنی چاہیے۔

راجح موقف:

① مذکورہ مذاہب نقل کرنے کے بعد امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: راجح اور قرین صواب مسئلہ یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی نہی مطلق منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی حرمت و کراہت ختم ہو چکی ہے، چنانچہ اب تین دن سے زائد گوشت کھانا اور ذخیرہ کرنا بلا تعیین مدت جائز و مباح ہے، اس جواز و اباحت کے

① نیل الأوطار : ۵/ ۱۳۵۔

لیے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ صریح نص ہے۔ ①

② امام رافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: موجودہ دور میں تین دن سے زیادہ گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی حرمت بالکل نہیں ہے اور شرح المہذب میں امام نووی رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف اپناتے ہوئے کہا کہ اس وقت کسی بھی حال میں یہ حرمت باقی نہیں۔ ②

حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان:

درج ذیل حدیث واضح دلیل ہے کہ تین دن کے بعد گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی حرمت کا حکم بالکل منسوخ ہو چکا ہے اور کسی علت و عارضے کی وجہ سے دوبارہ حرمت کا حکم نافذ العمل نہیں ہوگا۔

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، وَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِي فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوْا مَا بَدَالَكُمْ »

”میں نے تمھیں قبرستان کی زیارت سے منع کیا تھا، سو (اب) تم اس کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمھیں تین دن سے زائد قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا سو (اب) تم جتنا جی چاہے گوشت روک لیا کرو۔“ ③

❶ شرح النووی: ۱۳/ ۱۲۹۔

❷ فتح الباری: ۱۰/ ۳۶۔

❸ صحیح مسلم: ۹۷۷۔ سنن نسائی: ۵۶۵۵۔

چرمہائے قربانی کا مصرف

چرمہائے قربانی کا بھی وہی مصرف ہے، جو قربانی کے گوشت کا مصرف ہے، یعنی قربانی کی کھالیں ذاتی استعمال میں لانا، صدقہ یا ہدیہ کرنا مشروع ہے، اس کے دلائل وہی ہیں، جو قربانی کے گوشت کی تفصیل کے دلائل ہیں۔

قربانی کا چمڑا ذاتی استعمال میں لانا:

قربانی کا چمڑا ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے، اس کی دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ ایک سال عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ مفلوک الحال بادیہ نشین لوگوں کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی عائد کر دی کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت زیر استعمال لانا ممنوع ہے اور تین دن کے بعد قربانیوں کا گوشت صدقہ کر دیا جائے، چنانچہ آئندہ سال لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ!

﴿ إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُوْنَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَ يُجْمِلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَكَ ﴾

"بے شک لوگ اپنی قربانیوں (کے چمڑوں) سے مشکیزے بناتے اور اس سے چربی پگھلاتے ہیں (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے، ذخیرہ کرنے اور صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی)۔"[1]

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ قربانیوں کے چمڑے ذاتی استعمال میں لانا جائز و مسنون ہیں۔

[1] صحیح مسلم: ١٩٧١۔ سنن أبی داوٗد: ٢٨١٢۔ سنن نسائی: ٤٤٣٦۔

قربانی کی کھالیں بیچنا جائز نہیں:

صاحب قربانی کا قربانی کی کھال بیچنا جائز نہیں اور قربانی کی کھال فروخت کرنے والے کی قربانی کا ثواب ختم ہو جاتا ہے لہٰذا صاحب قربانی کو قربانی کی کھال صدقہ و ہدیہ کرنی چاہیے یا ذاتی تصرف میں لانی چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَتِهِ فَلَا أُضْحِيَةَ لَهُ»

''جو شخص اپنی قربانی کا چمڑا فروخت کرے اس کی قربانی نہیں ہے۔''[1]

فوائد:

1. حافظ مناوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قربانی کا چمڑا بیچنے والے کو قربانی کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔[2]
2. ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ فرض و نفل قربانی کا گوشت اور چمڑا بیچنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ جانور ذبح کے لیے متعین ہو چکا ہے اور امام احمد بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا گوشت، کسی بھی قسم کا چمڑا اور قربانی کا کوئی بھی حصہ بیچنا جائز نہیں، وہ کہتے ہیں کہ قربانی کو کیونکر بیچا جا سکتا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے نامزد ہو چکی ہے۔[3]

قربانی کا چمڑا بطور اجرت دینا:

قصاب کو قربانی کا چمڑا بطور اجرت دینا جائز نہیں، بلکہ قربانی کرنے والے کو قصاب کی اجرت اپنی طرف سے کرنی چاہیے۔

1. سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

1. حسن: مستدرك حاكم: ٢/ ٣٩٠۔ سنن بيهقي: ٩/ ٢٩٤۔ عبداللہ بن عیاش صدوق راوی ہے
2. فيض القدير: ٦/ ١٢١۔
3. المغني مع الشرح الكبير: ١١/ ١١٢۔

«أَمَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَ أَنْ أَتَصَدَّقَهَا بِلَحْمِهَا، وَ جُلُوْدِهَا، وَ أَجِلَّتِهَا وَ أَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا وَ قَالَ: نَحْنُ نُعْطِيْهَا مِنْ عِنْدِنَا»

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور ان کا گوشت، چمڑے اور جھول صدقہ کر دوں اور قصاب کو اس سے کچھ (اجرت) نہ دوں اور آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم اسے اجرت اپنے پاس سے دیں گے۔"[1]

② سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَ أَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا، لُحُوْمَهَا وَ جُلُوْدَهَا وَ جِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِيْنَ، وَ لَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا»

"بلاشبہ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کریں اور قربانیوں کا گوشت، چمڑے اور جھول ہر چیز تقسیم کر دیں اور ذبح کی اجرت میں ان سے کچھ نہ دیں۔"[2]

فوائد:

① قربانی کا گوشت، چمڑا اور جھول صدقہ کرنا مستحب فعل ہے۔ قصاب کو گوشت، چمڑا یا جھول بطور اجرت نہیں دینا چاہیے، کیونکہ قربانی کا کچھ حصہ بطور اجرت دینا اس کی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الصدقة للحوم الهدايا: ١٣١٧۔ سنن أبي داؤد، کتاب المناسك، باب كيف تنحر البدن: ١٧٦٩۔ سنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب من جلل البدن: ٣٠٩٩۔ مسند أحمد: ١/ ٧٩۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب، تصدق بجلود الهدی: ١٧١٧۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الصدقة للحوم الهدايا: ١٣١٧۔

مزدوری کا عوض ہے، تو یہ قربانی کی بیع کے مثل ہوگا اور قربانی کی فروخت جائز نہیں (لہٰذا بطور اجرت قربانی کا کوئی بھی حصہ نہیں دیا جائے گا)۔ قربانی ذبح کرنے کی اجرت لینا جائز ہے۔[1]

② قصاب کو قربانی میں اجرت کی ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ اسے قربانی کا کچھ بھی حصہ بطور اجرت نہ دیا جائے۔ امام بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ میں) بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا مالک جب قصاب کو ذبح کی اجرت مکمل ادا کر چکے، پھر اگر قصاب فقیر ہو تو اس پر صدقہ کر دے تو جیسے دیگر فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے، ایسے قصاب پر بھی صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور دیگر علماء کہتے ہیں: قصاب کو قربانی سے بطور اجرت دینا ممنوع ہے، کیونکہ یہ معاوضہ ہے، لیکن اسے قربانی سے بطور صدقہ، ہدیہ اور مزدوری سے اضافی دینا جائز ہے۔ البتہ نبی ﷺ کا قصاب کو قربانی سے مطلق اجرت نہ دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصاب کو قربانی سے صدقہ بھی نہ دیا جائے کیونکہ اس صدقہ سے اجرت میں کمی واقع ہو سکتی ہے، جو معاوضہ کی شکل اختیار کر لے گی (سو قصاب کو صدقہ و ہدیہ دینے سے اجتناب بہتر ہے)۔[2]

③ قربانی کرنے والے کو قربانی کا چمڑا صدقہ کرنے کی صورت میں فقراء و مساکین کو چمڑا ہی پیش کرنا چاہیے، پھر وہ چاہیں تو ذاتی استعمال میں لائیں اور چاہے تو فروخت کر دیں، یہ صورت افضل ہے، لیکن وہ چمڑا فروخت کر کے قیمت فقراء و مساکین وغیرہ کو دے دے تب بھی جواز بہر حال ہے۔

قربانی کے چمڑوں سے مبلغین و مدرسین کو تنخواہ دینا:

قربانی کے چمڑوں سے مبلغین و مدرسین کو تنخواہ دینا اور غریب و نادار طلباء کی خوراک

❶ شرح النووی: ۹/ ۶۵۔

❷ فتح الباری: ۳/ ۷۰۲، ۷۰۳۔

وغیرہ کا انتظام کرنا جائز ہے، اس بارے حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ من وعن نذر قارئین ہے:

سوال کیا انجمن اسلامیہ بوجہ غربت مدرس مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہ یا غریب اور نادار طلباء کی کتب اور خوراک وغیرہ یا جلسہ ہائے علماء میں قربانی کے چمڑوں کو خرچ کرنے کا شرعاً جواز رکھتی ہے اور مبلغین کو بطور ہدیہ کے چمڑا ہائے قربانی دیے جا سکتے ہیں؟

جواب ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا﴾

''(صدقات) ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے ہیں، جو زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔'' [البقرة : ٢٧٣]

اس آیت سے پہلے صدقات کا ذکر ہے، پھر فرمایا کہ یہ صدقات ان فقیروں کے لیے ہیں، جو خدا کے راستہ میں بند ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، یعنی تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے، کیونکہ سفر کرنے سے دین کا کام بند ہو جاتا ہے، حدیث میں قربانی کے چمڑوں کی بابت صدقہ کرنے کا حکم آیا ہے اور اس آیت میں صدقات کے مستحق یہ لوگ بتائے ہیں جو فی سبیل اللہ محصور ہیں، ان میں طالب علم، مدرسین، مبلغین بھی شامل ہیں، سوال کی صورت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان پر قربانی کے چمڑے لگ سکتے ہیں۔ [1]

مصارف صدقات:

مصارف صدقات آٹھ ہیں، زکوٰۃ کی طرح جہاں قربانی کا گوشت اور چمڑے وغیرہ دیے جا سکتے ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة : ٦٠]

[1] فتاویٰ اہل حدیث، جلد دوم صفحہ : ١٠٦/٥۔

''صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت کی رو سے صدقات کے مصارف میں تمام مصارف پر خرچ کرنا یا کسی ضرورت و احتیاج کے پیش نظر کسی ایک مصرف پر صدقہ کا مال خرچ کرنا جائز و مباح ہے۔ نیز فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور اللہ کی راہ میں مصروف مجاہدین، واعظین و مدرسین، مدارس دینیہ کے طلبا اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرنے والے لوگ مراد ہیں، لہٰذا مصارف زکوٰۃ میں سے یہ ایک باقاعدہ مصرف ہے، جہاں قربانی کا گوشت اور چرمہائے قربانی صدقہ کیا جا سکتے ہیں۔ البتہ قربانی کے گوشت اور چمڑوں میں فقراء و مساکین کا باقی مصارف سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ قربانی کے گوشت، چمڑے اور جھول کی تقسیم میں مساکین کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَ أَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا، لُحُوْمَهَا، وَ جُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِيْنَ»

''بالتحقیق نبی ﷺ نے انھیں حکم کیا کہ وہ آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کریں اور تمام قربانیاں، ان کے گوشت، چمڑے اور جھول مساکین میں تقسیم کر دیں۔''[1]

[1] صحیح مسلم: ۱۳۱۷۔

عقیقہ کا بیان

وجہ تسمیہ:

عقیقہ کے وجہ تسمیہ میں علماء کے کئی اقوال ہیں:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ نو مولود کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور کا نام ہے اور اس کے اشتقاق میں اختلاف ہے۔

چنانچہ ابو عبید اور اصمعی کہتے ہیں:

﴿أَصْلُهَا الشَّعْرُ الَّذِي يَخْرُجُ عَلَى رَأْسِ الْمَوْلُوْدِ﴾

''عقیقہ دراصل مولود کے سر کے وہ بال ہیں جو ولادت کے وقت اس کے سر پر اگے ہوتے ہیں۔''

زمخشری رحمہ اللہ وغیرہ کا بیان ہے کہ

﴿وَ سُمِّيَتِ الشَّاةُ الَّتِي تُذْبَحُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ عَقِيْقَةً ، لِأَنَّهُ يُحْلَقُ عَنْهُ ذٰلِكَ الشَّعْرُ عِنْدَ الذَّبْحِ﴾

''پیدائش کے بالوں کی موجودگی میں مولود کی طرف سے ذبح کی جانے والی بکری کو عقیقہ سے موسوم کیا جاتا ہے، کیونکہ ذبح کے وقت یہ بال مونڈھے جاتے ہیں۔''

خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿اَلْعَقِيْقَةُ اسْمُ الشَّاةِ الْمَذْبُوْحَةِ عَنِ الْوَلَدِ، سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِأَنَّهَا

تُعَقُّ مَذَابِحُهَا أى تُشَقُّ وَ تُقْطَعُ ﴾

"نومولود کی طرف سے ذبح کی ہوئی بکری کو عقیقہ کہا جاتا ہے، کیونکہ (نومولود کی ولادت پر) اس کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔"[1]

② شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ اَلْعَقِيْقَةُ الذَّبِيْحَةُ الَّتِي تُذْبَحُ لِلْمَوْلُوْدِ، وَالْعَقُّ فِي الْأَصْلِ الشَّقُّ وَالْقَطْعُ، وَ سَبَبُ تَسْمِيَتِهَا بِذَلِكَ أَنَّهُ يُشَقُّ حَلْقُهَا بِالذَّبْحِ، وَ قَدْ يُطْلَقُ اسْمُ الْعَقِيْقَةِ عَلَى شَعْرِ الْمَوْلُوْدِ﴾

"عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو نومولود کی خاطر ذبح کیا جاتا ہے۔ اصل میں عَقٌّ کا معنی پھاڑنا اور کاٹنا ہے اور عقیقہ کو عقیقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ذبح کے وقت ذبیحہ کا حلق کاٹا جاتا ہے، نیز کبھی عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں پر بھی ہوتا ہے۔"[2]

خلاصہ کلام:

عقیقہ کی بحث میں قول فیصل یہ ہے کہ عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں اور اس کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور دونوں پر ہوتا ہے اور عقیقہ سے مقصود پیدائش کے ساتویں دن نومولود کے بال مونڈھنا اور اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا ہے۔

عقیقہ کے بجائے نسیکہ یا ذبیحہ کا لفظ کہنا:

نومولود کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور کو نسیکہ یا ذبیحہ کہنا مستحب اور اسے عقیقہ سے موسوم کرنا مکروہ فعل ہے۔ اس کی دلیل درج ذیل روایت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ، فَقَالَ: لَا يُحِبُّ

❶ فتح الباری: ۹/ ۷۲٦۔

❷ نیل الأوطار: ۵/ ۱٤۰۔

اللّٰهُ الْعُقُوْقَ، كَأَنَّهُ كَرِهَ الْإِسْمَ، وَقَالَ : مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ﴾

''نبی ﷺ سے عقیقہ کے بارے سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ (لفظ) عقوق (نافرمانی) کو ناپسند کرتا ہے۔'' گویا آپ ﷺ نے (یہ نام) مکروہ خیال کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرے۔ لڑکے کی طرف سے برابر دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔'' ①

فوائد:

① عقیقہ کے متعلق سوال پر آپ ﷺ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتا ہے، میں اشارہ ہے کہ (نومولود کی جانب سے ذبح کیے جانے والے جانور) کا نام عقیقہ مکروہ ہے کیونکہ عقیقہ اور عقوق کا مادہ ایک ہے جس کا معنیٰ نافرمانی ہے اور اس جملے ﴿ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ ﴾ میں توضیح ہے کہ لفظ عقیقہ کو نسیکہ سے تبدیل کر دیا جائے۔ (یعنی عقیقہ کو نسیکہ کہا جائے)۔ ②

② علامہ سندھی لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں مسئلہ عقیقہ کی توہین اور سقوط وجوب مقصود نہیں، بلکہ اس سے تو یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے عقیقہ نام ناپسند کیا ہے اور یہ پسند کیا کہ اس کا اس سے کوئی اچھا نام یعنی نسیکہ یا ذبیحہ ہو۔'' ③

❶ حسن : سنن أبي داوٗد، كتاب الضحايا، باب في العقيقة : ٢٨٤٢۔ سنن نسائي، كتاب العقيقة، باب عن الغلام شاتان : ٤٢١٧۔ مسند أحمد : ١٨٢/٢۔ مستدرك حاكم : ٢٣٨/٤، سنن بيهقي : ٣٠٠/٩۔

❷ نيل الأوطار : ١٤٣/٥، عن المعبود : ٤٦/٨۔

❸ شرح النسائي للسندي : ٤٩٨/٥۔

عقیقہ کا حکم:

عقیقہ واجب، سنت مؤکدہ یا مکروہ عمل ہے، اس بارے علماء کے مختلف مذاہب ہیں۔ ذیل میں ہم ان مذاہب اور ہر مذہب کے دلائل، پھر راجح مذہب کی نشاندہی کریں گے:

مذہب اول:

حسن بصری، داؤد ظاہری اور ظاہریہ کا مذہب ہے کہ عقیقہ واجب ہے۔ ①

وجوب عقیقہ کے قائلین کے دلائل حسب ذیل احادیث ہیں۔

① سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَ يُحْلَقُ، وَ يُسَمَّى ﴾

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔" ②

خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "اس حدیث کے مفہوم کے بارے علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس حدیث کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ جس بچے کا عقیقہ نہ ہو اور وہ بچپن میں فوت ہو جائے تو وہ روز قیامت اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مقصود یہ ہے کہ عقیقہ بہر صورت لازم ہے اور نومولود کے لیے عقیقہ ایسے لازم ہے، جیسے مرتھن (قرض کے عوض گروی رکھنے والا) کے ہاتھ میں گروی چیز لازم ہوتی ہے (یعنی جیسے گروی چیز حاصل کرنے کے لیے قرض خواہ کو قرض لوٹانا لازم

---

❶ نیل الأوطار : ۵/ ۱۴۰۔ المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/ ۱۲۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العقیقة، باب اماطة الأذی عن الصبی فی العقیقة : ۵۴۷۲؛ سنن أبی داوٗد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة : ۲۸۳۸، جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب من العقیقة : ۱۵۲۲، سنن نسائی، کتاب العقیقة، باب متی یعق : ۴۲۳۵، سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، باب العقیقة : ۳۱۶۵، مسند أحمد : ۵/ ۷، ۱۲۔

ہے، اسی طرح نومولود کے لیے عقیقہ لازم ہے) اور یہ قول ثانی عقیقہ کے وجوب کے قائلین کے موقف کو قوت دیتا ہے۔ [1]

② سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ، فَأَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا، وَ أَمِيْطُوْا عَنْهُ الْأَذٰى »

''ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، سو اس کی طرف سے خون بہاؤ (عقیقہ کرو) اور اس سے میل کچیل دور کرو (یعنی سر کے بال مونڈھ دو)۔'' [2]

③ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَعُقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کریں۔'' [3]

احادیث الباب، دلیل ہیں کہ نومولود کی طرف سے عقیقہ واجب ہے، کیونکہ عقیقہ کرنے کا حکم وارد ہوا ہے، نیز " رَهِيْنَةٌ " (بچہ عقیقہ کے عوض گروی ہے) کے الفاظ نص ہیں کہ عقیقہ واجب ہے اور اسے کسی بھی صورت استحباب پر محمول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ جیسے گروی چیز کو قرض ادا کیے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے، اسی طرح نومولود کی پیدائش کے شکریہ کی

---

❶ نیل الأوطار : ٥/ ١٤١، عون المعبود : ٨/ ٤٢۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العقیقة، باب اماطة الأذی عن الصبی فی العقیقة : ٥٤٧٢، سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة : ٢٨٣٩، جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب، الأذان فی أذن المولود : ١٥١٥، سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، باب العقیقة : ٣١٦٤، مسند أحمد : ٤/ ٢١٤، صحیح ابن خزیمه : ٢٠٦٧۔

❸ حسن : جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب ما جاء فی العقیقة : ١٥١٣، سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، باب العقیقة : ٣١٦٣، مسند أحمد : ٦/ ٣١، مسند أبو یعلی : ٤٦٤٨ [عبداللہ بن عثمان خثیم صدوق اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

ادائیگی کے لیے عقیقہ لازم و واجب ہے۔

مذہب ثانی:

جمہور علماء کا موقف ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔ ①

① ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَالْعَقِيْقَةُ سُنَّةٌ فِي قَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ : مِنْهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَ عَائِشَةَ، وَ فُقَهَاءُ التَّابِعِيْنَ ، وَ أَئِمَّةُ أَهْلِ الْأَمْصَارِ »

''اکثر اہل علم مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما ابن عمر رضی اللہ عنہما عائشہ رضی اللہ عنہا، فقہائے تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ کا قول ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔'' ②

② حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا بیان ہے:

« فَأَمَّا أَهْلُ الْحَدِيْثِ قَاطِبَةً، وَ فُقَهَاؤُهُمْ، وَجَمْهُوْرُ أَهْلِ السُّنَّةِ، فَقَالُوْا : هِيَ مِنْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

''جمیع محدثین و فقہاء اور جمہور اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ (عقیقہ) رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔'' ③

ان علماء کے موقف کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ، فَقَالَ : لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوْقَ، كَأَنَّهُ كَرِهَ الْإِسْمَ وَقَالَ : مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ، فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ »

---

❶ نیل الأوطار : ١٤٠/٥۔
❷ المغني مع الشرح الكبير : ١٢٠/١١۔
❸ تحفة المودود بأحكام المولود، ص : ٢٨۔

''نبی ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لفظ عقوق کو ناپسند کرتا ہے، گویا آپ ﷺ نے یہ نام (عقیقہ) ناپسند کیا'' پھر فرمایا: ''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے نسیکہ (جانور ذبح) کرنا چاہے تو نسیکہ کرے۔''①

فوائد:

① شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حدیث میں: « مَنْ أَحَبَّ » کے الفاظ میں عقیقہ میں اختیار دینا وجوب کو ختم کرتا ہے اور اس کو استحباب پر محمول کرنے کے متقاضی ہے۔②

② حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں: اس حدیث میں « مَنْ أَحَبَّ » کے الفاظ میں اشارہ ہے کہ عقیقہ کرنا واجب نہیں، بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔③

③ امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَلَيْسَتِ الْعَقِيقَةُ بِوَاجِبَةٍ، وَلَكِنَّهَا يُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ بِهَا، وَهِيَ مِنَ الْأَمْرِ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ النَّاسُ عِنْدَنَا »

''عقیقہ واجب نہیں، بلکہ مستحب عمل ہے اور ہمارے ہاں ہمیشہ سے لوگ اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔''④

مذہب ثالث:

ابوحنیفہ اور احناف کا مذہب ہے کہ عقیقہ نہ واجب ہے نہ سنت، بلکہ جاہلیت کی ایک رسم ہے۔⑤

---

❶ حسن: سنن أبي داؤد: ٢٨٤٤٢، سنن نسائی: ٤٢١٧، مسند أحمد: ١٨٢/٢، مستدرك حاكم: ٢٣٨/٤۔ ❷ نيل الأوطار: ٤٤/٥۔

❸ التمهيد لابن عبد البر: ٣١١/٤۔

❹ مؤطا مالك، كتاب العقيقة، باب الحمل في العقيقة: ٢٩٥۔

❺ نيل الأوطار: ١٤١/٥۔ المغنی مع الشرح اللكبير: ١٢٠/١١۔

دلیل:

احناف کی دلیل گزشتہ روایت کے یہ الفاظ ہیں: ﴿ لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوْقَ ﴾ (اللہ تعالیٰ لفظ عقوق کو ناپسند کرتے ہیں)۔ احادیث میں تحریف کرنے اور اپنے مذہب کی تقویت کے لیے احادیث کا مفہوم تبدیل کرنے میں احناف کا کوئی ثانی نہیں اور حدیث کے جزء سے معنی مراد لینے کی ایک مثال مذکورہ حدیث ہے، پھر حق تو یہ ہے کہ حدیث رسول کا علم ہونے پر اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دیتے اور علماء و مجتہدین عامی لوگوں کو قول امام کے بجائے قول رسول ﷺ کی اتباع کی دعوت دیتے، لیکن یہاں تو آوے کا آوا بگڑا ہے، چنانچہ غلام رسول سعیدی بریلوی کی دیدہ دلیری دیکھیے، وہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تقلید محض کی پستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیقہ کرنے سے منع کرنا چاہیے، یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ مباح ہے اور کار ثواب نہیں اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر یہ کہے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے، لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں اور اگر وہ میدان تحقیق میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے، کیونکہ احادیث صحیح میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں، ورنہ وہ عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے، کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے میسر نہیں تھے جتنے اب ہیں، یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں۔ ①

اگر سعیدی صاحب عوام و خواص کو نبوی طریقہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے اور عامیوں کو تقلید شخصی کی اتھاہ گہرائیوں سے آزادی دلانے کی راہ دکھاتے اور قول امام کی بجائے قول رسول ﷺ کی اتباع کی دعوت دیتے تو کتنا اچھا ہوتا، پھر المیہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ قول ثابت ہی نہیں، ابو حنیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: " وَلَا یُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ وَلَا عَنِ

① شرح صحیح مسلم، جلد: ۱/ ۴۵۔

الْجَارِيَةِ " ''لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے۔''[1]

راجح موقف:

عقیقہ واجب ہے، یہ موقف راجح اور اَقرب الی الصواب ہے، کیونکہ جس حدیث سے جمہور علماء نے عقیقہ کے استحباب کی دلیل لی ہے، اس روایت سے عقیقہ کے استحباب کی دلیل لینا درست نہیں۔ نیز اس روایت سے استدلال کرنے میں جمہور علماء اور احناف افراط و تفریط کا شکار ہوئے ہیں، کیونکہ سیاق حدیث نہ تو عقیقہ کے مکروہ ہونے پر دال ہے اور نہ اس سے عقیقہ کا وجوب ساقط ہوتا ہے، بلکہ اس حدیث میں لفظ عقیقہ کے استعمال کو مکروہ قرار دیا گیا اور اس لفظ کے نام کی تبدیلی پر زور دیا گیا ہے کہ اس کو نسیکہ یا ذبیحہ کہا جائے، کیونکہ لفظ عقوق اور عقیقہ کا مادہ ایک ہے، اور عقوق کا معنی نافرمانی ہے، لہٰذا اس اشتباہ و مماثلت کا ازالہ مقصود ہے عقیقہ کی کراہت و استحباب مقصود نہیں۔ چنانچہ علامہ سندھی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی توضیح یوں بیان کرتے ہیں، اس حدیث میں عقیقہ کی توہین اور اس کے وجوب کو ساقط کرنا مقصود نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے محض اس (لفظ عقیقہ) نام کو ناپسند کیا ہے اور یہ پسند فرمایا کہ اس کا اس سے بہتر نام یعنی 'نسیکہ یا ذبیحہ' وغیرہ ہو۔[2]

نیز اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے محدث شہیر حافظ عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے قارئین کی خدمت میں من وعن پیش کیا جاتا ہے۔

سوال عقیقہ واجب ہے یا سنت؟

جواب عقیقہ کے واجب و غیر واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ حسن بصری تابعی رحمہ اللہ اور ظاہر یہ وجوب کے قائل ہیں اور جمہور کہتے ہیں سنت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''نہ فرض ہے، نہ سنت'' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک

---

1. ضعیف: الجامع الصغیر لمحمد بن حسن شیبانی، ص: ٥٣٤۔ اس قول کی سند میں محمد بن حسن شیبانی ضعیف راوی ہے، تفصیل کے لیے لسان المیزان اور الجرح والتعدیل کا مطالعہ کیجیے
2. شرح سنن نسائی للسندی: ٤٩٨/٥۔

قربانی کے ساتھ منسوخ ہو گیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ جاہلیت کی رسم تھی، اسلام نے اسے مٹا دیا ہے۔ شاید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو عقیقہ کی احادیث نہ پہنچی ہوں۔ یہ تمام اقوال امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الأوطار جلد ۴رص ۳۶۔ میں ذکر کیے ہیں، امام شوکانی رحمہ اللہ کا میلان جمہور کے مذہب کی طرف معلوم ہوتا ہے، جمہور کی دلیل جو حدیث پیش کی ہے، اس حدیث میں ' أَحَبَّ ' (جو دوست رکھے) کا لفظ چاہتا ہے کہ عقیقہ ضروری نہ ہو، مگر دلیل کمزور ہے، کیونکہ دوسری احادیث سے ضروری ثابت ہوتا ہے، کیونکہ بعض روایتوں میں صیغہ امر آیا ہے۔

« أَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا » ''اس سے خون بہاؤ'' جو وجوب کے لیے ہے اور بعض میں ''رَهِينَةٌ '' کا لفظ آیا ہے۔ جس کا معنی ہے کہ عقیقہ نہ ہو تو بچہ ماں باپ کی شفاعت نہیں کر سکتا، یا عقیقہ ایسے لازمی ہے جیسے کوئی شے گروی ہوتی ہے اور قرض کی ادائیگی کے بغیر چھوٹ نہیں سکتی اور بعض نے اس کے معنی کیے ہیں کہ وہ گروی کی طرح بند ہے۔

جب تک عقیقہ نہ کیا جائے، نہ نام رکھا جائے اور نہ بال اتارے جائیں اور بال اتارنے سے تو چارہ نہیں، پس عقیقہ بھی ضروری ہو گیا اور بعض روایتوں میں '' أَمَرَنَا'' کا لفظ آیا ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عقیقہ کا حکم دیا، اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الأوطار جلد ۴ میں کہتے ہیں، اگرچہ یہ الفاظ وجوب کے لیے ہیں، مگر ''مَنْ أَحَبَّ'' کا لفظ قرینہ صارفہ ہے، اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ سے وجوب مراد نہیں، بلکہ امر استحبابی ہے، لیکن امام شوکانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا ٹھیک نہیں، کیونکہ امر کا صیغہ یا امر کا لفظ کبھی قرینہ کے ساتھ استحباب کے لیے آ جاتا ہے، لیکن '' مَنْ أَحَبَّ '' کے معنی استحباب کے لیے مشکل ہے، علاوہ اس کے ''رَهِينَةٌ'' کا لفظ استحباب کے لیے تسلی بخش دلیل نہیں، دیکھیے قرآن میں ہے ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ ''کہہ دے اگر تم خدا کو دوست

رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔'' اس آیت میں وہی محبت کا لفظ ہے، مگر باوجود اس کے آپ ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ ٹھیک اسی طرح حدیث مذکور کو سمجھ لینا چاہیے، اصل بات یہ ہے جیسے شرط ہوتی ہے ویسے ہی جزا کا حکم ہوتا ہے۔ اللہ کی محبت چونکہ ضروری ہے اس لیے آپ ﷺ کی اتباع بھی ضروری ہے۔ اسی طرح عقیقہ چونکہ ضروری ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے، اس لیے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں (یعنی دونوں مسنہ) ہوں اور لڑکی کی طرف سے ایک ضروری ہے، یعنی کم نہ کرے، ہاں اگر حدیث یوں ہوتی کہ جو عقیقہ کرنا دوست رکھے تو وہ عقیقہ کرے تو پھر، یہ حدیث استحباب کی دلیل بن سکتی تھی اب نہیں علاوہ اس کے محبت کے لفظ سے خلوص مقصود ہے، پس اس صورت میں مطلب یہ ہوگا جو اخلاص سے عقیقہ کرے وہ دو ہم عمر بکریاں لڑکے کی طرف سے کرے اور ایک لڑکی کی طرف سے اور ظاہر ہے کہ اخلاص ضروری ہے، پس عقیقہ خود ہی ضروری ہے۔ [1]

عقیقہ کے بجائے رقم صدقہ کرنا:

کچھ لوگ عقیقہ کرنے کے بجائے اتنی رقم صدقہ کر دیتے ہیں، لیکن احادیث عقیقہ کی لغوی و شرعی تعریف اور نبی ﷺ کے عمل کی رو سے عقیقہ کا جانور ذبح کرنا لازم ہے، رقم صدقہ کرنے سے عقیقہ نہیں ہوگا۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کی رقم صدقہ کرنے کے بجائے عقیقہ کرنا افضل ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس پر نص بیان کی ہے اور وہ کہتے ہیں۔ جب عقیقہ کرنے والے کے پاس عقیقہ کرنے کی گنجائش نہ ہو اور وہ قرض لے کر عقیقہ کرے تو مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے احیائے سنت کے عوض بہتر نعم البدل دے گا۔ ابن منذر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول مبنی بر حق ہے، کیونکہ سنت کا احیاء اور آپ ﷺ کی اتباع افضل ہے، نیز عقیقہ کے متعلق روایات میں جتنی تاکید آئی ہے، دیگر مسائل میں اتنی تاکید وارد نہیں ہوئی۔ پھر اس ذبیحہ کے بارے نبی ﷺ نے حکم بھی دیا ہے سو ولیمہ اور

[1] فتاویٰ اهل حدیث، ج ۲، ص: ۵۴۸، ۵۴۹۔

قربانی کی طرح عقیقہ ذبح کرنے کا اہتمام اولیٰ و افضل ہے۔[1]

عقیقہ میں جانور کے عوض گوشت دینا:

عقیقہ میں جانور ذبح کرنے کے بجائے اتنی مقدار میں گوشت تقسیم کرنے سے عقیقہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، کیونکہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنے کا حکم ہے، گوشت تقسیم کرنے سے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی، کیونکہ اس سے عقیقہ کا فرض ادا نہیں ہوتا۔

عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال عقیقہ کے لیے جانور ذبح کرنا ضروری ہے یا اس کے عوض گوشت بھی کافی ہے؟

جواب حدیث میں لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور کا ذکر ہے، اس لیے گوشت کفایت نہیں کرسکتا، کیونکہ گوشت جانور نہیں۔[2]

عقیقہ میں کتنے جانور ذبح کیے جائیں؟

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کیا جائے گا، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ »

''بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو) لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرنے) کا حکم دیا۔''[3]

---

❶ المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/۱۲۱۔

❷ فتاویٰ اهل حدیث : ۲/۵٤۹۔

❸ حسن : جامع ترمذی : ۱۵۱۳، سنن ابن ماجه : ۳۱۶۳، مسند أحمد : ٦/۳۱۔

② سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ﴾

''لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے۔''[1]

یہ احادیث دلیل ہیں کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور عقیقہ کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ احادیث جمہور علماء کے موقف کی دلیل ہیں کہ لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے۔[2]

شافعی، احمد، ابوثور، ابوداود اور امام ظاہری بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔[3]

لڑکے کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا؟

درج ذیل روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ لڑکے کی طرف سے ایک جانور کا عقیقہ بھی جائز ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا ﴾

''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا عقیقہ کیا۔''[4]

---

❶ صحيح : جامع ترمذی، كتاب الأضاحی، باب الأذان فی أذن المولود : ١٥١٦، سنن ابن ماجه، كتاب الذبائح، باب العقيقة : ٣١٦٢ ۔

❷ فتح الباری : ٩/ ٧٣٣۔

❸ نيل الأوطار : ٥/ ١٤٢۔

❹ صحيح : سنن أبی داوٗد، كتاب الضحايا، باب فی العقيقة : ٢٨٤١، طبرانی كبير : ١١٨٣٨، سنن بيهقی : ٩/ ٢٩٩۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی روایت میں سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کرنے کا بیان ہے۔

چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے (عقیقہ میں) حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔" ①

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ گزشتہ حدیث جس میں سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کرنے کا بیان ہے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ ایک مینڈھا ذبح کرنا مشروع ہے، کیونکہ ابو الشیخ نے ایک دوسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، جس میں (دو دو مینڈھے ذبح کرنے) کا بیان ہے۔ نیز عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کے طریق سے بھی یہی الفاظ منقول ہیں، پھر بالفرض ابو داؤد میں مروی روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں دو جانور ذبح کرنے کی منصوص روایات کا رد نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ لڑکے کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا بھی جائز ہے۔ ②

قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جس روایت میں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک مینڈھا ذبح کرنے کا بیان ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کا بیان ہے، وہ زائد الفاظ پر مشتمل ہے، لہٰذا زائد الفاظ پر مشتمل روایت قبول کے اعتبار سے راجح ہیں، پھر قول فعل سے راجح ہے۔ (اس

① صحیح: سنن نسائی، کتاب العقیقة، باب كم يعق عن الجارية: ٤٢٢٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل: ٤/ ٣٧٩۔ میں اس روایت کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

② فتح الباری: ٩/ ٧٣٣۔

اعتبار سے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی قرین صواب ہے)۔[1]

دلائل کی رو سے امام شوکانی رحمہ اللہ کی بات ہی راجح ہے۔

عقیقہ کے جانور:

عقیقہ میں بھیڑ اور بکری ہی کفایت کرتی ہیں، ان کے علاوہ اونٹ گائے وغیرہ کا عقیقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ وَاحِدَةٌ، لَا يَضُرُّ كُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَوْ إِنَاثًا »

''(عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، بکریوں کا مذکر یا مؤنث ہونا تمھارے لیے نقصان دہ نہیں۔''[2]

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ

« عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ بِكَبْشَيْنِ »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔''[3]

فوائد:

احادیث الباب دلیل ہیں کہ دو جنسوں بھیڑ اور بکری ہی کا عقیقہ مسنون و مشروع ہے، عقیقہ میں گائے اور اونٹ کفایت نہیں کرتے، نیز قول عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس مفہوم کی تائید کرتا ہے، عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

---

1. نیل الأوطار : ٥/ ١٤٢۔
2. صحیح : جامع ترمذی : ١٥١٦، سنن ابن ماجه : ٣١٦٦۔
3. صحیح : سنن نسائی : ٤٢٢٤۔

کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: اے ام المومنین!

« عَقِّيْ عَنْهُ جَزُوْرًا، فَقَالَتْ : مَعَاذَ اللّٰهِ ! وَلٰكِنْ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَاْتَانِ مُكَافِئَتَانِ »

''اس کی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کریں، اس پر انھوں نے کہا: معاذ اللہ! بلکہ (ہم وہ ذبح کریں گے) جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے (لڑکے کی طرف سے) ایک جیسی دو بکریاں۔'' ①

گائے اور اونٹ سے عقیقہ کرنا:

عقیقہ میں گائے اور اونٹ ذبح کرنا ثابت نہیں اور جس روایت میں عقیقہ میں گائے اور اونٹ ذبح کرنے کی مشروعیت ہے، وہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَلْيَعُقَّ مِنَ الْإِبِلِ، أَوِ الْبَقَرِ، أَوِ الْغَنَمِ »

''جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو وہ (عقیقہ میں) اونٹ، گائے یا بھیڑ بکری ذبح کرے۔'' ②

عقیقہ کے جانور کی شرائط:

عقیقہ کے جانور میں وہ شرائط نہیں، جو قربانی کے جانور میں ہیں، لیکن مبنی براحتیاط یہی ہے کہ قربانی کی شراط عقیقہ میں بھی ملحوظ رکھی جائیں، کیونکہ عقیقہ کے جانور کے لیے لفظ

---

① حسن : سنن بیهقی : ۹/ ۳۰۱۔ عبد الجبار بن ورد صدوق راوی ہے۔

② موضوع : طبرانی صغیر : ۲۲۹۔ یہ روایت مسلسل بالضعفاء ہے۔

۱۔ امام طبرانی کے استاد ابراہیم احمد بن مرادی واسطی ضعیف ہیں۔

۲۔ عبد الملک بن معروف خیاط مجہول ہے۔

۳۔ مسعدہ بن یسع باہلی کذاب ہے۔

۴۔ حریث بن سائب تمیمی اور حسن بصری کی تدلیس ہے۔

شَاۃٌ (بکری) اور کبشًا (مینڈھے) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور لفظ شَاۃٌ کا اطلاق اس بکری پر ہوتا ہے، جو بچہ جننے کے قابل ہو، اس طرح کبشٌ کا اطلاق پوری عمر کے جوان مینڈھے پر ہوتا ہے، لہٰذا بکری اور مینڈھے میں پوری عمر کے جوان جانور ذبح کیے جائیں اور وہ جانور نقائص وعیوب سے بھی پاک ہونے چاہییں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کی جانے والی چیز کا نقائص وعیوب سے پاک ہونا افضل ہے۔

عقیقہ کا وقت:

عقیقہ کا مستحب وقت نومولود کی پیدائش کا ساتواں دن ہے، اس سے پہلے عقیقہ مشروع نہیں اور ساتویں دن کے بعد کیا جانے والا عقیقہ قضا ہوگا، ادا نہیں۔

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَ يُحْلَقُ وَ يُسَمَّى))

''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔''[1]

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ عقیقہ کا معین وقت پیدائش کا ساتواں دن ہے اور اگر ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کیا جائے تو بے موقع ثابت ہوگا اور ساتویں دن کے بعد عقیقہ کا وقت فوت ہو جائے گا، (اس کے بعد عقیقہ قضا ہوگا) اور اگر ساتویں دن سے قبل نومولود فوت ہو جائے تو عقیقہ ساقط ہو جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ اسی موقف کے قائل ہیں۔[2]

یہی موقف راجح ہے، کیونکہ جس روایت میں عقیقہ کے تین دنوں (ساتواں، چودھواں

---

[1] صحیح بخاری: ٥٤٧٢، سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة : ٢٨٣٨، ١٥٢٢، سنن نسائی : ٤٢٣٥، سنن ابن ماجه : ٢١٦٥۔

[2] فتح الباری : ٧٣٦/٩۔ نیل الأوطار : ١٤١/٥۔

اور اکیسواں) کا بیان ہے۔ وہ روایت ضعیف ہے۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلْعَقِيْقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ، وَلِأَرْبَعَ عَشَرَةَ، وَلِإِحْدَى وَ عِشْرِيْنَ »

''ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ ذبح کیا جائے۔'' ①

جو شخص عقیقہ کرنے کی طاقت نہ رکھے:

جو شخص عقیقہ کی طاقت نہ رکھے تو اس کے مالدار رشتہ داروں کو چاہیے کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں تعاون کریں اور اگر کوئی آدمی کسی نادار و مفلس کی طرف سے عقیقہ کا فریضہ انجام دے تو یہ عمل جائز و مباح ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کرنا ثابت ہے، پھر اگر نادار و مفلس آدمی سے تعاون کی کوئی راہ نہ نکلے اور وہ خود بھی عقیقہ کا بوجھ برداشت نہ کر سکے تو وہ معذور ہے اور ترک فریضہ پر گناہ گار نہیں ہوگا، دلائل درج ذیل ہیں:

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة : ٢٨٦]

''اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

② مزید فرمایا:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾

''تم اللہ سے ڈرو جتنی تم میں طاقت ہے۔'' [التغابن : ١٦]

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ، فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ »

① ضعيف : سنن بيهقي : ٣٠٣/٩، طبراني كبير : ٥٠٣٩، طبراني صغير : ٧٢٤]
اسماعیل بن مسلم ضعیف اور قتادہ بن دعامہ کی تدلیس ہے۔

''جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب طاقت اس پر عمل کرو۔'' ①

ایک غلط رسم کا رواج:

موجودہ معاشرہ میں مذہبی و غیر مذہبی گھرانوں میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بیٹے کی ولادت پر بالخصوص اور بیٹی کی پیدائش پر شاذ و نادر عزیز و اقارب اور یار دوست اصرار کرتے ہیں کہ اس خوشی کے موقع پر منہ میٹھا کراؤ، چنانچہ اس پر مسرت موقع پر امیر و غریب سبھی لوگ منوں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور قرض بھی اٹھانا پڑے تو قرض لینے سے گریز نہیں کرتے، لیکن عقیقہ کی طرف توجہ دلائی جائے تو اکثریت لیت و لعل اور حیلے بہانے سے اس فریضہ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! ہزاروں کی مٹھائی تقسیم کرنے سے نہ تو شرعی اعتبار سے اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ فریضہ عقیقہ ساقط ہوتا ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو عقیقہ کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے اور رشتہ داروں اور یار دوستوں کو اس خوشی میں مدعو کرنا ہے تو عقیقہ کا اہتمام کیا جائے، یوں عقیقہ کا فریضہ بھی ادا ہو جائے گا، تعلق داروں کی دعوت بھی ہو جائے گی اور مٹھائی وغیرہ کی تقسیم سے خرچہ بھی کہیں کم آئے گا۔

(واللہ الموفق)

کیا آدمی اپنا عقیقہ خود کر سکتا ہے؟

جس شخص کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو، وہ بلوغت کے بعد از خود عقیقہ کر سکتا ہے، کیونکہ نومولود ہمیشہ گروی چیز کی طرح ہے، تا وقتیکہ اس کا عقیقہ نہ کیا جائے، لہٰذا خود کو رہن سے نکلوانے کے لیے بڑی عمر کا شخص بھی عقیقہ کر سکتا ہے۔

البتہ جن روایات سے بڑی عمر کے شخص کے عقیقہ کرنے کے جواز کی دلیل لی جاتی ہے، وہ روایات ضعیف ہیں۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

❶ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ: ۷۲۸۸، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر: ۱۳۳۷۔

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا »

''بلا شبہ نبی کریم ﷺ نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔''①

② محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« لَوْ أَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يُعَقَّ عَنِّيْ لَعَقَقْتُ عَنْ نَفْسِي »

''اگر مجھے معلوم ہو کہ میرا عقیقہ نہیں ہوا تو میں خود اپنا عقیقہ کروں۔''②

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کے مسنون کلمات:

عام جانور کو ذبح کرنے کی طرح عقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت بھی بسم اللہ یا بسم اللہ واللہ اکبر کہنا مشروع ہے۔ اس کے علاوہ عقیقہ ذبح کرتے وقت آئندہ کلمات کا اہتمام مسنون نہیں۔

✿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَعَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ شَاتَيْنِ شَاتَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ، وَ أَمَرَ أَنْ يُمَاطَ عَنْ رَاسِهِ الْأَذٰى، وَ قَالَ : اذْبَحُوْا عَلَى اسْمِهِ وَ قُوْلُوْا : بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، هٰذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ »

''لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی جائے گی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عقیقہ میں

---

① ضعیف : مسند بزار : ۱۲۳۷، مصنف عبد الرزاق : ۷۹۶۰، سنن بیهقی : ۹/ ۳۰۰، طبرانی أوسط : ۹۹۸۔ مسند بزار، مصنف عبد الرزاق، سنن بیہقی کی سند میں عبداللہ بن محرر متروک راوی ہے اور طبرانی أوسط میں عبداللہ بن المثنی ابو المثنی ضعیف راوی ہے۔

② ضعیف : مصنف ابن أبي شيبة : ۵/ ۵۳۰] حفص بن غیاث کی تدلیس ہے۔

حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ساتویں دن دو دو بکریاں ذبح کیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں سے میل کچیل دور کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اللہ کے نام پر (عقیقہ) ذبح کرو اور (یہ کلمات) کہو: "بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ هَذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ" بسم اللہ، اللہ اکبر، اے اللہ، یہ تیری طرف سے اور تیرے لیے ہے۔ یہ فلاں شخص کا عقیقہ ہے۔"①

عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنا:

عقیقہ کے جانور کا گوشت بناتے وقت اس کی ہڈیاں توڑنا مکروہ فعل نہیں ہے، بلکہ عام ذبیحہ کی طرح اس کی ہڈیاں توڑنا اور گوشت بنانا جائز و مباح ہے۔ لیکن کچھ لوگ آئندہ روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا مکروہ خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گوشت کے پورے پورے اعضا بکھرے کرنا چاہئیں اور اس میں یہ نیک شگون کارفرما ہے کہ اس عمل سے بچہ سالم الاعضا رہے گا، یہ نظریہ سراسر باطل ہے کیونکہ روایت ضعیف ہے۔

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

« عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ، تُقْطَعُ جُدُولًا وَلَا يُكْسَرُ لَهَا عَظْمٌ »

"لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، عقیقہ کا گوشت بناتے وقت اس کے اعضا کاٹے جائیں اور اس کی ہڈی نہ توڑی جائے۔"②

اس حدیث میں یہ الفاظ مدرج ہیں، جیسا کہ سنن بیہقی (۳۰۲/۹) میں اس کی صراحت

---

① ضعیف : مسند أبو یعلی : ٤٥٢١، سنن بیهقی : ٣٠٣/٩، ٣٠٤، مصنف عبد الرزاق : ٧٩٦٣۔ ابن جریج کی تدلیس ہے۔

② شاذ : مستدرك حاکم : ٢٣٨/٤۔

موجود ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح کا قول ہے، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے دیگر رواۃ زائد الفاظ کا ذکر نہیں کرتے، چنانچہ عبد الملک بن ابی سلیمان صدوق اور کثیر الأوہام راوی ہے، لہٰذا اس کے وہم کی وجہ سے یہ الفاظ مرفوع حدیث میں داخل کر دیے گئے۔

عقیقہ کے گوشت کا مصرف:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کا گوشت کھانے، صدقہ کرنے اور ہدیہ کرنے میں قربانی کے مثل ہے، شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: عقیقہ کرنے والے کو اس کے گوشت میں اختیار ہے، وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کر سکتا ہے۔[1]

لہٰذا عقیقہ کرنے والے کے لیے مستحب طریقہ یہ ہے کہ وہ عقیقہ کا گوشت خود بھی کھائے، عزیز و اقارب کو بھی کھلائے اور فقراء و مساکین پر صدقہ بھی کرے۔

عقیقہ کے سری پائے صدقہ کرنا:

عامۃ الناس میں یہ بات رائج ہے کہ عقیقہ میں چونکہ بچے کے سر کا صدقہ دیا جاتا ہے، اس لیے عقیقہ کے جانور کا بالخصوص سر اور بالعموم پائے خود استعمال نہیں کرنے چاہئیں اور ان چیزوں کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ دلی پسند ناپسند کو شریعت میں کتاب وسنت میں داخل کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ سری پاؤں کا حکم عام گوشت کے حکم کی مثل ہے، انھیں خود بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور صدقہ وغیرہ کرنا بھی جائز و مباح ہے۔

عقیقہ کے موقع پر رسم مہندی:

بعض لوگ عقیقہ کی خوشی میں چراغاں کرتے، مہندی کا اہتمام کرتے اور ناچ گانے کی تقریب کا انعقاد کرتے ہیں، یہ عمل سراسر خلاف شریعت اور رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور عقیقہ کے مسنون طریقہ پر عمل کو اختیار کرنا چاہیے۔

---

[1] المغنی مع الشرح الکبیر: ۱۱/ ۱۲۴۔

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سوال کیا عقیقہ کے موقع پر مہندی لگانا احادیث سے ثابت ہے؟

جواب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں عبادات و معاملات میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اپنانے کا پابند بنایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا، لیکن اس موقع پر آپ کی خواتین اور دیگر صحابیات کے بارے میں کہیں بھی ثابت نہیں کہ انھوں نے مہندی، گانا بجانا، طبلے سارنگیاں وغیرہ جیسی محرکات کا ارتکاب کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک رسم ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، عقیقہ کا صحیح ثواب تب ملے گا، جب اسے سنتِ رسول کے مطابق کیا جائے، حدیث نبوی ہے:

« مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ »

”جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ مردود ہے۔“ ①

لہٰذا ایسا عمل کبھی بھی اللہ کے ہاں درجہ قبولیت تک نہیں پہنچتا جو شرع کے خلاف ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بعید ہو۔ ②

---

❶ مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸۔

❷ أحکام و مسائل از مبشر احمد ربانی : ۵۲۹۔

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل

ذوالحجہ کا مہینہ اسلامی تاریخ میں ممتاز اہمیت کا حامل ہے اور بعض خصائص کی وجہ سے اس کی اہمیت دیگر مہینوں سے زیادہ ہے، ملاحظہ فرمایئے:

① حرمت کا مہینا:

ذوالحجہ حرمت والا مہینا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا احترام کرنا، باہمی جنگ و جدل سے گریز کرنا، حتیٰ کہ اگر دشمن حملہ آور نہ ہو تو ان سے بھی جنگ میں پہل کرنا حرمت والے مہینوں میں جائز نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ [التوبة : ٣٦]

"بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔"

یہ آیت دلیل ہے کہ چار مہینے حرمت والے ہیں۔ ان مہینوں کی وضاحت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ، اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ »

''زمانہ گھوم کر (مہینوں کی ترتیب کی) اس ہیئت میں آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم لگاتار ہیں اور چوتھا مہینا رجب جو جمادی (الآخرۃ) اور شعبان کے درمیان ہے۔''[1]

② حج کا مہینا:

ماہِ ذوالحجہ کو اس اعتبار سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ یہ حج کا مہینا ہے اور مسلمانوں کا مقدس فریضہ حج اس ماہ ادا کیا جاتا ہے اور دنیا بھر کے مسلمان حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ کا رخ کرتے ہیں۔

③ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن:

ذوالحجہ کے ابتدائی دس ایام خاص اہمیت کے حامل ہیں اور ان دنوں میں فرائض و نوافل اور نیک اعمال کا اجر وثواب باقی ایام میں کی جانے والی عبادات سے افضل و برتر ہے۔

دلائل حسب ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح بخاری : ٤٦٦٢۔

﴿وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ [الفجر : ۱، ۲]

''فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم۔''

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں جن کی مزید فضیلت اس حدیث میں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذِهِ، قَالُوْا : وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ؟ قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ »

''ذوالحجہ کے دس دنوں سے افضل کوئی عمل نہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص جو اس حال میں نکلا کہ اس نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالا پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔''①

فوائد:

① معلوم ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ میں کیے گئے اعمال کا ثواب دیگر دنوں کے اعمال سے زیادہ ہے۔ لہٰذا ان ایام میں عبادت، نوافل، نفلی روزوں اور اذکار کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

② البتہ ایسا مجاہد جو مال و جان لے کر غلبہ اسلام کے لیے دشمنانِ دین کے خلاف برسر پیکار ہے اور راہِ جہاد میں تن من دھن قربان کر دے، اس کا یہ عمل عشرہ ذی الحجہ میں کیے گئے عمل کے برابر یا اس سے افضل ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل کے متعلق ضعیف روایات:

عشرہ ذی الحجہ کے متعلق کتاب وسنت سے صحیح دلائل پیچھے بیان ہو چکے ہیں۔ البتہ ان

① صحیح بخاری : ۹۶۹۔

ایام کے فضائل میں کچھ ضعیف و موضوع روایات بھی ہیں۔ جنھیں بیان کرنے اور ضبط تحریر میں لانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ ضعیف اور موضوع روایت سے نہ تو کوئی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی شرعی مسئلہ کشید ہوتا ہے، بلکہ نبی ﷺ کی طرف جھوٹی روایت منسوب کرنے کی وجہ سے واعظ و مبلغ گناہ گار اور شدید وعید کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

ذیل میں عشرہ ذی الحجہ کے فضائل کے متعلق کچھ ضعیف و موضوع روایات پیش خدمت ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ صَامَ الْعَشْرَ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَوْمُ شَهْرٍ، وَلَهُ بِكُلِّ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ سَنَةٌ وَلَهُ بِصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ سَنَتَانِ »

''جس نے عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھے، اس کے لیے ہر دن کے عوض ایک مہینے کے روزوں، یوم ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کے بدلے ایک سال کے روزوں اور یوم عرفہ کے بدلے دو سال کے روزوں کا ثواب ہے۔''

② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحَجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَ قِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ »

① كتاب الموضوعات لابن الجوزي : ۱۱۳۷۔ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ ابن جوزی نے اسے ''الموضوعات'' میں بیان کیا ہے۔ حافظ ابن جوزی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن سائب کلبی کذاب راوی ہے۔ (کتاب الموضوعات: ۵۶۶/۲) امام بخاری کہتے ہیں: ''کلبی کو یحییٰ بن معین اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے متروک قرار دیا ہے۔'' اس کے بعد امام بخاری علی عن یحییٰ عن سفیان کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے بیان کیا کہ مجھے کلبی نے کہا: كل ما حدثتك عن أبي صالح فهو كذب...... ''میں تجھے ابوصالح سے جو بھی حدیث بیان کروں وہ جھوٹ ہے۔'' (میزان الاعتدال: ۵۷۷/۳) اور سند مذکور میں کلبی ابوصالح سے روایت کر رہے ہیں جو ان کی اپنی زبانی کذب و افترا ہے۔

''عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی ایسے ایام نہیں جن میں عبادت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو۔ ان میں ہر دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر اور ان میں سے ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔''①

③ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ شَابًّا كَانَ صَاحِبَ سَمَاعٍ وَ كَانَ إِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحَجَّةِ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: « مَا يَحْمِلُكَ عَلَى صِيَامِ هَذِهِ الْأَيَّامِ ؟ » قَالَ: بِأَبِيْ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا أَيَّامُ الْمَشَاعِرِ وَ أَيَّامُ الْحَجِّ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يُشْرِكَنِيْ فِي دُعَائِهِمْ، فَقَالَ: « لَكَ بِكُلِّ يَوْمٍ تَصُوْمُهُ عَدْلُ مِائَةِ رَقَبَةٍ تُعْتِقُهَا، وَ مِائَةِ بَدَنَةٍ تُهْدِيْهَا إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ، وَ مِائَةِ فَرَسٍ تَحْمِلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَذَلِكَ عَدْلُ أَلْفِ رَقَبَةٍ، وَ أَلْفِ بَدَنَةٍ وَ أَلْفِ فَرَسٍ تَحْمِلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَ صِيَامُ سَنَتَيْنِ قَبْلَهَا وَ سَنَتَيْنِ بَعْدَهَا »

''ایک نوجوان موسیقی کا رسیا تھا لیکن جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوتا تو وہ روزہ رکھنا شروع کر دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا: ''ان دنوں کے روزوں پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ مناسک حج کے دن ہیں۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے ان (حجاج) کی دعا میں شامل کر لے۔'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

① جامع ترمذی : ۷۵۸۔ سنن ابن ماجہ : ۱۷۲۸۔ شعب الإیمان للبیهقی : ۳۷۵۷۔ مسند ابی عوانہ : ۳۰۲۱۔ سلسلة الضعیفة : ۵۱۴۲۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مسعود بن واصل اور نہاس بن قہم ضعیف راوی ہیں۔

''تیرے لیے ہر دن کے بدلے جو تو روزہ رکھتا ہے سو گردن آزاد کرنے، سو اونٹ قربانی کے جو تو بیت اللہ کی طرف قربانی کے لیے بھیجے اور سو گھوڑے جو تو راہِ جہاد میں سواری کے لیے پیش کرے کے برابر ثواب ہے اور جب ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کا دن ہو (اس دن کے روزے کا ثواب) ایک ہزار گردن، ایک ہزار قربانی کے اونٹ اور ایک ہزار گھوڑے جو تو راہِ جہاد میں سواری کے لیے وقف کرے، کے برابر ثواب ہے اور عرفہ (نو ذوالحجہ) کا دن یہ (اس دن کے روزے کا اجر) دو ہزار گردن آزاد کرنے، دو ہزار اونٹ قربان کرنے اور دو ہزار گھوڑے جو جہاد کے لیے وقف ہیں، کے برابر اور دو سال کے گزشتہ روزوں اور دو سال کے آئندہ روزوں کے برابر اجر وثواب ہوگا۔''[1]

عشرہ ذی الحجہ اور رمضان المبارک کا آخری عشرہ؟

ان دونوں عشروں کی افضلیت کے متعلق کتاب وسنت میں متعدد دلائل آتے ہیں ان میں سے افضل عشرہ کون سا ہے تو اس بارے صحیح اور درست موقف یہ ہے کہ سال بھر کے دنوں سے عشرہ ذی الحجہ افضل ہے اور سال بھر کی راتوں میں سے رمضان کی آخری دس راتیں افضل ہیں۔ اس بارے میں امام ابن تیمیہ کا فتویٰ بڑا ممد ومعاون ہے:

سوال عشرہ ذی الحجہ اور رمضان کے آخری عشرہ میں سے کون سا عشرہ افضل ہے؟

جواب ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن، رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں ذوالحجہ کی دس راتوں سے افضل ہیں۔

---

1. كتاب الموضوعات : ٢/ ٥٦٠۔

امام ذہبی کہتے ہیں: ''یہ حدیث موضوع کی قبیل سے ہے اور اس کا راوی محمد بن عمر الحرمی بہت ہی جھوٹا شخص ہے۔'' محمد بن عمر الحرمی متروک وکذاب راوی ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں: ''یہ بہت ہی کمزور راوی ہے اور ابن معین کہتے ہیں، یہ حدیث میں کچھ حیثیت کا مالک نہیں۔'' [ميزان الاعتدال : ٣/ ٦٦٩]

حافظ ابن قیم بیان کرتے ہیں: ''جب فاضل اور سمجھ دار شخص اس جواب پر غور و خوض کرے گا تو وہ اسے شافی و کافی پائے گا کیونکہ ذوالحجہ کے دس دنوں کے علاوہ ایام کے اعمال اللہ تعالیٰ کو دس ذوالحجہ کے اعمال سے زیادہ محبوب نہیں اور ان ایام میں یومِ عرفہ، یوم نحر اور یوم ترویہ بھی ہیں (جو خاص فضیلت کے حامل ہیں) اور رمضان کی آخری دس راتیں شب بیداری کی راتیں ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ رات بھر عبادت کیا کرتے تھے اور ان راتوں میں شب قدر بھی۔ چنانچہ جو شخص اس تفصیل کے بغیر جواب دے گا، اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ صحیح دلیل پیش کر سکے۔'' ①

عرفہ کے روزہ کی فضیلت:

عرفہ کا روزہ انتہائی فضیلت کا حامل ہے کہ اس دن کے روزہ سے دو سالوں، ایک سال گزشتہ اور سالِ آئندہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں، لہٰذا اس دن کے روزہ کا اہتمام کرنا انتہائی مستحب عمل ہے۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ »

''میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ کے دن کا روزہ دو سال ایک سال گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

فوائد:

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ اگر صغیرہ گناہ نہ ہوں تو کبائر میں تخفیف واقع ہوتی ہے اور اگر روزہ دار

① مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ : ٢٥/ ٢٨٧۔

② صحیح مسلم : ١١٥٦٢۔ سنن أبی داؤد : ٢٤٢٠۔ جامع ترمذی : ٧٤٩۔ سنن ابن ماجہ : ١٧١٣۔

صغائر و کبائر سے پاک ہو تو اس مناسب سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح میں امام الحرمین کا قول بیان کرتے ہیں: ''عرفہ کا روزہ صغیرہ گناہ مٹاتا ہے۔''

قاضی عیاض کہتے ہیں: ''اہل السنۃ والجماعۃ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ البتہ کبیرہ گناہ توبہ یا رحمت الٰہی ہی سے مٹتے ہیں۔ پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عرفہ کا روزہ اگلے سال کے گناہوں کا کفارہ کیسے بنتا ہے، حالانکہ اس سال کے گناہ تو آدمی پر ہوتے ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزہ دار کو آئندہ سال گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے رحمت اور ثواب سے اس قدر نوازے گا کہ یہ رحمت و ثواب گزشتہ و آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔''[1]

ذوالحجہ کے نو روزے رکھنا:

ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھنا نبی کریم ﷺ کی سنت اور مستحب عمل ہے، لہٰذا ان دنوں کے روزوں کا اہتمام مشروع ہے۔

بعض امہات المومنین سے مروی ہے:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحَجَّةِ وَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، وَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، أَوَّلَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَالْخَمِيسِ »

''بلاشبہ نبی ﷺ ذوالحجہ کے (پہلے) نو دن کا، دس محرم کا، ہر مہینے تین دن اور مہینے

---

[1] تحفة الأحوذي : ٣/ ٣٧٧۔

[2] صحيح : سنن أبي داوٗد : ٢٤٣٧۔ سنن نسائي : ٢٤١٩۔
اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ہنیدہ بن خالد صحابی اور ان کی زوجہ محترمہ صحابیہ ہیں، لہٰذا ان کا غیر معروف ہونا قادح نہیں۔

کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔"

ایک تعارض اور اس کا حل:

مذکورہ بالا حدیث دلیل ہے کہ ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے کے روزے رکھنا مسنون و مستحب عمل ہے۔ لیکن اس بیان کردہ حدیث کے معارض سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے۔

« مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ »

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالحجہ کے دس دنوں میں کبھی بھی روزہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔" ①

اس تعارض کا حل امام نووی رحمہ اللہ یوں پیش کرتے ہیں:

"علماء بیان کرتے ہیں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ عشرہ ذوالحجہ کے روزے مکروہ ہیں، یہاں عشرہ ذوالحجہ سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی نو دن ہیں۔ یہ مفہوم کشید کرنے سے ان روزوں کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ان دنوں کے روزے بہت مستحب ہیں۔ بالخصوص نو ذی الحجہ یعنی عرفہ کا روزہ تو خاص استحباب کا حامل ہے۔ اس کی فضیلت کے متعلق احادیث گزر چکی ہیں اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عشرہ ذی الحجہ کے مقابلے میں باقی ایام کی عبادات افضل نہیں۔" (یہ روایت دلیل ہے کہ دیگر عبادات کی طرح ان دنوں کے روزے بھی افضل و مستحب ہیں)۔"

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عشرہ ذوالحجہ کے روزے نہیں رکھے، سے یہ مفہوم اخذ کیا جائے گا کہ (ہوسکتا ہے کہ) آپ ﷺ نے کسی عارضے مرض یا سفر وغیرہ کی وجہ سے ان دنوں کے روزے نہ رکھے ہوں یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو ان دنوں میں روزے سے نہ دیکھا ہو اور ان کی نفی سے حقیقت میں روزوں کی نفی لازم نہیں آتی

① صحيح مسلم : ١١٧٦۔

کیونکہ ان روزوں کے اثبات پر سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کی یہ روایت بھی دال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے نو روزے رکھا کرتے تھے۔"[1]

کیا عرفہ کا روزہ مکہ مکرمہ کی تاریخ کے مطابق رکھا جائے؟

عرفہ کا روزہ سعودی تاریخ کے مطابق رکھا جائے یا ہر علاقے کے لوگ قمری تاریخ کے اعتبار سے نو ذی الحجہ کا روزہ رکھیں۔ موجودہ دور میں یہ ایک مصنوعی اشکال پیدا کر کے یوم عرفہ کی تعیین میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور یوم عرفہ کی تعیین کی آڑ میں اس مقدس روزہ کو ایک پیچیدہ مسئلہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالانکہ اس موقف کے قائل علماء رمضان کے روزوں، دیگر نفلی روزوں اور شب قدر کی تعیین میں تو قمری تقسیم کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یوم عرفہ سے دھوکا کھا کر اس کو سعودی تاریخ سے منتھی کرنے کی فضول کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس موقف کو تسلیم کر لیا جائے تو تمام اسلامی دنیا سعودی یوم عرفہ کے مطابق روزہ رکھ ہی نہیں سکتی، کیونکہ مشرقی ممالک میں سحری سعودی وقت سے دو یا تین گھنٹے قبل شروع ہوتی ہے اور افطاری بھی ان سے پہلے ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے تو مشرقی لوگ سعودی تاریخ کے مطابق روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور بعض مغربی ممالک میں قمری تاریخ سعودی تاریخ سے آگے ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں جب یوم عرفہ ہوتا ہے تو وہاں عید الاضحیٰ منائی جا رہی ہوتی ہے تو اس غیر منصفانہ تقسیم سے تو مغربی ممالک کے مسلمان یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت ہی سے محروم رہیں گے کیونکہ عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

اس اعتراض کا مزید تشفی بخش جواب آئندہ فتاویٰ میں ملاحظہ کریں:

حافظ عبد الستار حماد حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سوال سیف الرحمٰن صدیقی سوال کرتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ نویں ذی الحجہ کو رکھنا چاہیے یا جس دن مکہ میں عرفہ کا دن ہوتا ہے؟ خواہ ہمارے ہاں ذوالحجہ کی سات یا آٹھ تاریخ ہو۔

---

[1] شرح النووی: ۸/ ۷۲۔

جواب رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ رسولِ رحمت ہیں اور آسان دین لے کر آئے ہیں۔ اس رحمت اور آسانی کا تقاضا یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ نویں ذی الحجہ کو رکھا جائے۔ سعودیہ میں یوم عرفہ کے ساتھ اس کا مطابق ہونا ضروری نہیں، اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

① میں نے علامہ البانی کی تصانیف میں خود اس روایت کو دیکھا ہے، لیکن اب اس کا حوالہ مستحضر نہیں، اس روایت میں یوم عرفہ کے الیوم التاسع کے الفاظ ہیں، جس کا معنی یہ ہے کہ نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھا جائے۔

② تیسیر اور رحمت کا تقاضا اس طرح ہے کہ اس اُمت کو عبادت کی بجا آوری میں اپنے احوال وظروف سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ ہم سائنسی دور سے گزر رہے ہیں لیکن آج سے چند سال قبل معلومات کے یہ ذرائع میسر نہ تھے، جن سے سعودیہ میں یوم عرفہ کا پتا لگایا جا سکتا، اب بھی دیہاتوں اور دور دراز کے باشندوں کو کیسے پتا چلے گا کہ سعودیہ میں یومِ عرفہ کب ہے تاکہ وہ اس دن روزے کا اہتمام کریں۔ لہٰذا اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے نویں ذی الحجہ کا تعین کر کے عرفہ کا روزہ رکھ لیا جائے۔

③ روئے زمین پر ایسے خطے موجود ہیں کہ سعودیہ کے لحاظ سے یوم عرفہ کے وقت وہاں رات ہوتی ہے، ان کے لیے روزہ رکھنے کا کیا اُصول ہو گا؟ اگر انھیں عرفہ کے وقت روزہ رکھنے کا پابند کیا جائے تو وہ رات کا روزہ رکھیں گے حالانکہ رات کا روزہ شرعاً ممنوع ہے اور اگر وہ اپنے حساب سے روزہ رکھیں گے تو عرفہ کا وقت ختم ہو چکا ہو گا، اس لیے آسانی اسی میں ہے کہ اپنے حالات وظروف کے اعتبار سے روزہ رکھا جائے۔

④ ہمارے ہاں پاکستان میں یوم عرفہ کو سات یا آٹھ ذی الحجہ ہوتی ہے۔ کچھ مغربی ممالک

---

[1] صحیح مسلم : ۱۱۵٦۲۔ سنن أبي داوٗد : ۲٤۲۰۔ جامع ترمذی : ۷٤۹۔ سنن ابن ماجہ : ۱۷۱۳۔

ایسے بھی ہیں کہ وہاں یوم عرفہ کو ذوالحجہ کی دس تاریخ ہوتی ہے۔ اگر سعودیہ کے اعتبار سے انھیں عرفہ کا دن کا روزہ رکھنے کا مکلّف قرار دیا جائے تو وہ اپنے لحاظ سے دس ذوالحجہ کو روزہ رکھیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنے حساب سے نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھیں۔

⑤ ہمارے اور سعودیہ کے طلوع وغروب میں دو گھنٹے کا فرق ہے۔ اگر عرفہ کے روزہ کو سعودیہ میں یوم عرفہ سے وابستہ کر دیا جائے تو جب ہم روزہ رکھیں گے تو اس وقت سعودیہ میں یوم عرفہ کا آغاز نہیں ہوا ہوگا۔ اسی طرح جب ہم روزہ افطار کریں گے تو سعودیہ کے لحاظ سے یوم عرفہ ابھی باقی ہوگا، یہ الجھنیں صرف اس صورت میں دور ہو سکتی ہیں کہ ہم اپنے روزے کو سعودیہ سے وابستہ نہ کریں بلکہ اپنے حساب سے نویں ذوالحجہ کا تعین کر لیں۔ ان وجوہات کا تقاضا ہے کہ عرفہ کا روزہ ہم اپنے لحاظ سے نویں ذوالحجہ کو ہی رکھیں، خواہ اس وقت یوم عرفہ ہو یا نہ ہو۔"[1]

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال نو ذوالحجہ کے روزے کے فضائل تو حدیث میں ثابت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ یوم عرفہ نو ذوالحجہ کے روزہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہ معاف فرمائیں گے اور یوم عاشورا کے روزہ کے بدلہ میں گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرمائیں گے۔[2]

ایک عالم دین جو صحیح بخاری پڑھاتے ہیں، ان کا موقف ہے کہ عرب کا نو ذوالحجہ کا روزہ ہمارے ہاں آٹھ ذوالحجہ کا روزہ بنتا ہے، لہٰذا ہمیں نو کے بجائے آٹھ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا چاہیے۔ نیز عرفہ کا روزہ، میدانِ عرفات میں حاجی صاحبان رکھیں یا نہ رکھیں؟

❶ فتاوی اصحاب الحدیث: ۱۱/ ۲۲۱، ۲۲۰۔

❷ مختصر صحیح مسلم: ۶۲۰۔

جواب پاکستان اور سعودی عرب کے مابین قمری تاریخ کا فرق ہے۔ کبھی ایک یوم اور کبھی دو یوم، معلوم ہے بڑی عید اور چھوٹی عید پاکستان کی تاریخ کے مطابق منائی جاتی ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کا آغاز بھی ملکی تاریخ کے موافق ہوتا ہے۔ ان تینوں اُمور میں اپنے ملک کی قمری تاریخ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے جو دلائل ہیں وہ ۹ ذوالحجہ پر بھی صادق آتے ہیں، لہٰذا ۹ ذوالحجہ میں بھی اپنے ملک ہی کی قمری تاریخ معتبر ہوگی۔

کریب رحمہ اللہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں، سے مروی ہے:

''سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے انھیں (کریب رحمہ اللہ کو) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ کریب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے شام آ کر ان کا کام کیا۔ میں ابھی شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے بھی جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ واپس آ گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے (وہاں) چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: ''ہم نے تو جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر پوچھا: ''کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟'' میں نے جواب دیا: ''ہاں، بہت سے آدمیوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (دوسرے دن بھی یعنی ہفتہ کا) روزہ رکھا تھا۔'' سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ہم نے تو چاند ہفتہ کے دن (یعنی ایک دن کے فرق سے) دیکھا ہے۔ ہم اسی حساب سے روزے رکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ تیس دن پورے کر لیں۔'' کریب رحمہ اللہ نے کہا: ''کیا آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔'' فرمایا: ''نہیں! ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔'' [1]

[1] مختصر صحیح مسلم: ۵۷۸۔

اس حدیث سے پتا چلا کہ ہر علاقے کا علاقائی طور پر چاند کا نظر آنا اور دیکھنا معتبر ہوگا اور روزہ، عیدین، یوم عاشوراء، یوم عرفہ اور دوسرے تمام شرعی احکامات میں ہر علاقہ کی اپنی رؤیت ہی معتبر ہوگی۔ ①

سال بھر کا افضل دن:

ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن اس بنا پر بھی اہم ہیں کہ ان میں دسویں ذوالحجہ کا دن سال بھر کے ایام سے افضل و ارفع ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ وَهُوَ الَّذِيْ يَلِيْهِ »

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر دس ذوالحجہ سے اگلا دن (گیارہ ذوالحجہ) ہے۔" ②

یہ حدیث دلیل ہے کہ یوم نحر سال کے تمام ایام سے افضل دن ہے اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

سوال یوم عرفہ، جمعہ، عید الفطر اور یوم نحر میں سے کون سا دن افضل ہے؟

جواب علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں سے جمعہ کا دن افضل ہے اور سال کے تمام دنوں سے یوم نحر (دس ذوالحجہ) افضل ہے۔ البتہ کچھ علماء نے یوم عرفہ کو بھی افضل قرار دیا ہے لیکن پہلا موقف راجح ہے کیونکہ اس کی فضیلت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "اللہ کے نزدیک تمام ایام سے افضل دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر گیارہ ذوالحجہ ہے۔"

نیز یہ دن اس لیے بھی فضیلت کا حامل ہے کہ اس میں مزدلفہ کا وقوف، جمرہ عقبہ کو رمی

① احکام و مسائل از حافظ عبد المنان نور پوری: ۲/ ۴۱۹، ۴۱۸۔

② صحیح: سنن أبی داؤد: ۱۷۶۵۔ مسند أحمد: ۴/ ۳۵۰۔ صحیح ابن خزیمۃ: ۲۹۱۷۔ مستدرك حاكم: ۴/ ۲۲۱۔

کرنا، قربانی، حلق اور طوافِ افاضہ جیسی عظیم عبادات کا اہتمام ہوتا ہے اور باتفاق علماء یہ سال بھر کی افضل عبادت ہیں جو اس مبارک دن میں انجام پذیر ہوتی ہیں۔ ①

یوم عرفہ کا روزہ میدانِ عرفات میں:

یوم عرفہ کا روزہ میدانِ عرفات میں مکروہ ہے کیونکہ اس دن مشقت طلب مناسک ادا کرنا ہوتے ہیں جن کی حالت روزہ میں انجام دہی کافی مشکل ہے۔ لہٰذا حجاج کرام کے لیے یوم عرفہ کا روزہ ترک کرنا بہتر ہے۔ نیز عرفات میں نبی کریم ﷺ کا یوم عرفہ کا روزہ چھوڑنا بھی اس عمل کے مکروہ ہونے کی دلیل ہے۔

① سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

" شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ "

"عرفہ کے دن لوگوں نے نبی ﷺ کے روزے میں شک کیا (کہ نہ معلوم آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا ہے یا نہیں؟) تو میں نے نبی ﷺ کی طرف (حقیقت حال سے واقفیت کے لیے) مشروب (دودھ) بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔" ②

② نیز جس روایت میں عرفات میں یوم عرفہ کی ممانعت ہے، وہ کمزور اور ناقابل احتجاج ہے۔ وہ ضعیف روایت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ »

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن کے روزہ سے منع فرمایا۔" ③

---

① فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۵/ ۲۸۸۔

② صحیح بخاری: ۱۶۵۸۔ صحیح مسلم: ۱۱۲۳۔

③ ضعیف: سنن أبی داوٗد: ۲۴۴۰۔ سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۲۔ الضعیفۃ: ۴۰۴۔ اس میں مہدی بن حرب العبدی مجہول راوی ہے۔

عشرہ ذوالحجہ میں ممنوع افعال

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے، وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد نہ سر کے بال کٹوائے منڈوائے، نہ مونچھیں کتروائے، نہ زیر ناف بال مونڈے، نہ زیر بغل بال اُکھاڑے اور نہ ناخن ترشوائے، تاوقتیکہ وہ قربانی نہ کر لے۔ یہ تمام کام ایسے شخص کے لیے ناجائز و ممنوع ہیں:

① سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ وَ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ بَشَرِهِ شَيْئًا »

"جب دس ذوالحجہ (یعنی ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو) کا آغاز ہو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے بال اور جلد کے کسی حصہ کو نہ لے (یعنی بدن کے کسی حصہ سے بال نہ اتروائے)۔"[1]

② ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحَجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ لَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا، حَتَّى يُضَحِّيَ »

"جس کے پاس ذبیحہ ہے، جسے وہ ذبح کرنا چاہتا ہے، پس جب ہلال ذوالحجہ طلوع ہو جائے تو جب تک وہ قربانی نہ کر لے اپنے بال اور ناخنوں سے کچھ نہ کاٹے۔"[2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب نهي من دخل عليه عشرى ذى الحجة، وهو يريد التضحية...... الخ : ١٩٧٧۔ سنن نسائي، كتاب الضحايا، باب من أراد ان يضحى ......الخ : ٤٣٦٩۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحي، باب من أراد أن يضحى فلا ياخذ فى ...... الخ : ٣١٤٩۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب نهي من دخل عليه عشر ذى الحجة وهو يريد التضحية ...... الخ : ١٩٧٧۔ سنن أبي داوٗد : ٢٧٩١۔

③ عمرو بن مسلم بن عمار لیثی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا فِي الْحَمَّامِ قُبَيْلَ الْأَضْحَى فَاطَّلَى فِيهِ أُنَاسٌ، فَقَالَ بَعْضُ الْحَمَّامِ، إِنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَكْرَهُ هٰذَا أَوْ يَنْهَى عَنْهُ فَلَقِيتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ نُسِيَ وَ تُرِكَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ سَلَمَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ ذِبْحٌ يُرِيدُ أَنْ يَذْبَحَهُ فَإِذَا أُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحَجَّةِ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ ظُفُرِهِ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ »

''ہم عید الاضحیٰ سے چند روز قبل حمام میں تھے کہ حمام میں کچھ لوگوں نے (زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے) بال صفا پاؤڈر استعمال کیا، اس پر کسی حجام نے کہا: سعید بن میتب رحمہ اللہ اس عمل (ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال مونڈھنا) کو مکروہ قرار دیتے ہیں یا اس سے منع کرتے ہیں، پھر میری (راوی) سعید بن میتب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے (مذکورہ واقعہ) انھیں بیان کیا تو انھوں نے کہا، بھتیجے! یقیناً یہ حدیث بھلا دی گئی ہے اور متروک ہو چکی ہے، مجھے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس قربانی کا جانور موجود ہے، جسے وہ ذبح کرنا چاہتا ہے سو جب ہلال ذی الحجہ طلوع ہو جائے تو جب تک قربانی نہ کر لے اپنے بال اور ناخن بالکل نہ چھوئے۔''[1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأضاحی: ۱۹۷۷۔ سنن بیهقی: ۹/۲۶۶، ۲۶۷۔ صحیح ابن حبان: ۵۹۱۸۔

فوائد:

① قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن جسم کے کسی حصے کے بال نہ کاٹے، نہ مونڈھے اور نہ اکھاڑے اور ناخن نہ تراشے، یہ عمل اس کے لیے حرام ہے۔

② قربانی کے بعد جسم کے بال کاٹنا، مونڈھنا، اکھاڑنا اور ناخن تراشنا جائز ومباح ہے۔

③ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض شافعیہ کہتے ہیں: ''ناخن نہ لینے کی ممانعت سے مقصود ناخن تراشنا، توڑنا یا کسی بھی طریقے سے ناخن زائل کرنا ہے اور بال کاٹنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ (ان دنوں میں) بال مونڈھ کر، ہلکے کر کے، اکھاڑ کر، جلا کر یا بال صفا پاؤڈر استعمال کر کے بال زائل نہ کیے جائیں اور اس حکم میں زیر بغل، زیر ناف بال، مونچھیں اور سر کے بال یکساں حکم رکھتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بدن کے تمام اجزاء کا حکم بال ناخنوں کی مثل ہے (یعنی بدن کے کسی بھی حصہ کے بال قطعاً زائل نہ کیے جائیں) اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

« فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ بَشَرِهِ شَيْئًا »

''وہ اپنے بال اور جلد کو بالکل نہ چھوئے۔'' ①

مذاہب وآراء:

جس شخص کا قربانی کا ارادہ ہے، اس کے لیے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام، مکروہ تنزیہی یا جائز ہیں اس بارے ائمہ اربعہ کی مختلف آراء ہیں، جنھیں ذکر کرنے کے بعد ہم راجح موقف کی نشاندہی کریں گے:

① سعید بن مسیب، ربیعہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری اور بعض شافعیہ کا مذہب ہے کہ جس نے قربانی کرنی ہے، اس کے لیے بال زائل کرنا اور ناخن تراشنا

---

❶ شرح النووی: ۱۳/ ۱۳۷، ۱۳۸۔

حرام ہے، تاوقتیکہ وہ قربانی ذبح نہ کر لے۔

② امام شافعی اور ان کے اصحاب کا موقف ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں۔

③ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: یہ عمل مکروہ نہیں (بالکل جائز ہے) کیونکہ قربانی کرنے والے پر بیوی سے مباشرت اور لباس پہننا حرام نہیں، لہٰذا جیسے قربانی نہ کرنے والے کے لیے بال زائل کرنا اور ناخن تراشنا مکروہ نہیں اسی طرح قربانی کرنے والے کے لیے یہ چیزیں بھی مکروہ نہیں ہیں۔

(لیکن احادیث الباب ابوحنیفہ کے موقف کی تردید کرتی ہیں۔ نیل الأوطار: ۱۱۹/۵)

④ امام مالک رحمہ اللہ سے تین اقوال منقول ہیں:

۱۔ مکروہ نہیں ۲۔ مکروہ ہے۔ ۳۔ نفل قربانی میں حرام اور فرض قربانی میں غیر مکروہ ہے۔[1]

راجح موقف:

اول الذکر علماء کا موقف کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہے، راجح ہے۔ کیونکہ نہی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں، جو نہی کو کراہت پر محمول کرے۔

① ابن قدامہ کہتے ہیں: ''یہاں (بال اور ناخن زائل کرنے کی) نہی حرمت کے متقاضی ہے۔''[2]

② امام شوکانی لکھتے ہیں کہ'' (احادیث الباب کا) ظاہر مفہوم حرمت کے قائلین کے موقف کی تائید کرتا ہے کہ جس کا قربانی کا ارادہ ہو اس کے لیے بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہیں۔''[3]

---

[1] شرح النووی: ۱۳/۱۳۷۔ المغنی ابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۱۱/۹۶۔

[2] المغنی لا بن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۱۱/۹۶۔

[3] نیل الأوطار: ۵/۱۱۹۔

بال اور ناخن زائل نہ کرنے کی حکمت:

امام نووی رقم طراز ہیں کہ عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا کامل الاعضاء رہے اور اسے جہنم سے کامل الاعضاء آزاد کیا جائے۔ [1]

قربانی کرنے والا اگر بال یا ناخن کاٹ لے تو:

اگر قربانی کا ارادہ کرنے والا عشرہ ذوالحجہ میں بال یا ناخن زائل کر لے تو وہ گناہ گار ضرور ہوگا، اس لیے اس حرام عمل کے ارتکاب سے اجتناب لازم ہے اور بدعملی کی صورت میں استغفار کرنا چاہیے، البتہ اس پر کوئی فدیہ یا جرمانہ نہیں ہے۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« إِذَا ثَبَتَ هَذَا فَإِنَّهُ يَتْرُكُ قَطْعَ الشَّعْرِ وَ تَقْلِيمَ الْأَظْفَارِ، فَإِنْ فَعَلَ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَلَا فِدْيَةَ فِيهِ إِجْمَاعًا سَوَاءٌ فَعَلَهُ عَمْدًا أَوْ نِسْيَانًا »

"جب (عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن قطع کرنے کی حرمت) ثابت ہو چکی ہے تو قربانی کرنے والے کو بال قطع کرنے اور ناخن تراشنے سے باز رہنا چاہیے۔ پھر اگر وہ اس کا مرتکب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور اس (گناہ کے ارتکاب پر) بالاجماع اس پر کوئی فدیہ نہیں، خواہ اس نے یہ کام قصداً کیا ہے یا بھول کر۔" [2]

گھر کے افراد اس حکم میں شامل ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ عشرہ ذوالحجہ میں بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے صرف وہ شخص اجتناب کرے گا، جو قربانی کا منتظم اور سرپرست ہے باقی اہل خانہ جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے یا گھر کے دیگر افراد جو قربانی میں شامل ہیں، وہ ان امور کے پابند

---

[1] شرح النووی: ۱۳/۱۳۸۔ نیل الأوطار: ۵/۱۱۹۔

[2] المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۱۱/۹۷۔

نہیں، کیونکہ احادیث میں قربانی کا ارادہ رکھنے اور قربانی کرنے والے شخص کے لیے بال اور ناخن زائل کرنے کی ممانعت ہے، باقی افراد اس حکم میں شامل نہیں۔

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

یہ حدیث (جس میں بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے) صرف اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ لوگ جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، انھیں بال کاٹنے، مونڈھنے اور ناخن تراشنے کی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ اصل جواز ہے اور ہمیں اس جواز کے خلاف کوئی دلیل معلوم نہیں ہے۔ [1]

[1] فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء: ١٣/ ٥٠٠۔

تکبیرات کا بیان

عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز واختتام:

عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام کب کیا جائے، اس بارے علماء کے مختلف اقوال و مذاہب ہیں:

① احمد بن حنبل، ابو یوسف اور امام محمد کا موقف ہے کہ تکبیرات کا محل عرفہ (نو ذوالحجہ) کی فجر سے لے کر ایام تشریق (تیرہ ذوالحجہ) کے آخر تک ہر نماز کے بعد ہے۔

② سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، زید بن علی رضی اللہ عنہ، امام مالک کا قول اور امام شافعی کا ایک قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔

③ امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی نمازِ مغرب سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔

④ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: تکبیرات کا وقت عرفہ، نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر دس ذوالحجہ کی عصر تک ہے۔[1]

⑤ داؤد ظاہری، زہری اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر سے تیرہ ذوالحجہ کے عصر تک ہے۔

---

① نیل الأوطار: ۳/۳۳۳۔

راجح موقف:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دنوں میں تکبیرات کی تعیین کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح منقول اقوال کی رو سے راجح ترین موقف یہ ہے کہ تکبیرات کا وقت عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح سے لے کر منیٰ کے آخر دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک ہے۔[1]

اس موقف کے قرین صواب ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① عمر بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

" كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ "

''عرفہ کے دن نمازِ فجر سے لے کر تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک تکبیرات کہتے تھے۔''[2]

② حکم بن فروخ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ "

''بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔''[3]

③ امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ولید بن مزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے عرفہ کے دن تکبیرات کہنے کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا:

---

❶ فتح الباری: ۲/ ۵۹۵۔

❷ صحیح: مصنف ابن ابی شیبة۔

❸ صحیح: مستدرك حاكم: ۱/ ۲۸۹۔ سنن بیهقی: ۳/ ۳۱٤۔

” يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلٰى آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ كَمَا كَبَّرَ عَلِيٌّ وَ عَبْدُ اللّٰهِ “

”یوم عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (کی نماز عصر) تک تکبیرات کہی جائیں جیسے (ان دنوں میں) علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیرات کہی ہیں۔“ ①

ضعیف روایات کی نشاندہی:

یوم عرفہ کی صبح سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی عصر تک تکبیرات کے بارے جتنی مرفوع روایات منقول ہیں، وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔

① سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ يُقْبِلُ عَلٰى أَصْحَابِهِ فَيَقُوْلُ : « عَلٰى مَكَانِكُمْ » وَ يَقُوْلُ : « اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ » فَيُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ »

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یوم عرفہ کی صبح نماز فجر ادا کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے، اپنی جگہوں پر ٹکے رہو اور (یہ کلمات) اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا إلہ الا اللہ واللہ أکبر وللہ الحمد کہتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہتے رہتے تھے۔“ ②

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

---

❶ حسن : مستدرك حاكم : ۱/ ۳۰۰، عباس بن ولید بن مزید صادق راوی ہے۔

❷ ضعيف جداً : دار قطني : ۱۷۱۹، ارواء الغليل : ۳/ ۱۲٤، اس حدیث کی سند میں عمرو بن شمر متروک راوی اور جابر جعفی ضعیف راوی ہے۔

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ حِيْنَ يُسَلِّمُ مِنَ الْمَكْتُوْبَاتِ »

''رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن نمازِ فجر سے لے کر ایامِ تشریق کے دن کی نمازِ عصر تک فرض نمازوں سے سلام کے بعد تکبیرات کہا کرتے تھے۔''[1]

ذوالحجہ کے ابتدائی آٹھ دنوں میں تکبیرات کہنا:

عید الاضحیٰ کا چاند نظر آنے پر تکبیرات شروع کرنے کے بارے کوئی واضح صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس بارے میں منقول مرفوع وموقوف روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں لہٰذا صحیح موقف کی رو سے عید الاضحیٰ میں تکبیرات کا آغاز نو ذوالحجہ کی فجر کے وقت کرنا چاہیے اور اختتام تیرہ ذوالحجہ کی عصر کے بعد کرنا چاہیے، جیسا کہ گزشتہ بحث میں مفصل وضاحت بیان ہوئی ہے۔

ضعیف روایات کا بیان:

① عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيْهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوْا فِيْهِنَّ مِنَ التَّهْلِيْلِ، وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّحْمِيْدِ »

''ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم دن نہیں ہیں اور ان دنوں کے اعمال سے بڑھ کر عام دنوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب نہیں۔ سو تم ان دنوں میں تہلیل وتکبیر اور تحمید کا کثرت سے اہتمام کرو۔''[1]

---

❶ ضعیف جدًا : دار قطنی : ۲/۱۷۱۸ : ۴۹۔ اس میں عمرو بن شمر متروک ہے اور جابر جعفی ضعیف وکذاب راوی ہے۔ اس بارے کئی اور ضعیف روایات بھی ہیں لیکن بخوفِ طوالت انھیں بیان کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

❷ ضعیف : مسند أحمد : ۲/۷۵، ۲/۱۳۱۔ یزید بن ابی زیاد کوفی ضعیف، مدلس راوی ہے اور اس حدیث میں اس کا عنعنہ بھی ہے۔

② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لَا الْعَمَلُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوْا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيْلِ، وَالتَّكْبِيْرِ، وَذِكْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ التَّهْلِيْلِ، وَالتَّكْبِيْرِ، و ذِكْرِ اللّٰهِ »

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن باقی دنوں سے افضل ہیں اور ان کے اعمال (باقی دنوں کے اعمال سے) زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں تہلیل وتکبیر اور ذکر کا بکثرت اہتمام کرو، کیونکہ یہ تہلیل وتکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔''[1]

③ صحیح بخاری میں معلق روایت ہے:

« كَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوْقِ فِيْ أَيَّامِ الْعَشْرِ، يُكَبِّرَانِ وَ يُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِ هِمَا »

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بازار میں نکل کر تکبیرات کہتے اور لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیرات کہتے تھے۔''[2]

④ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے و یذکر اسم اللہ فی ایام معلومات کی تفسیر بیان کی ہے کہ 'ایام معلومات' سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔[3]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس تفسیری قول سے یہ استدلال لینا کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس

---

❶ ضعیف جدًا: شعب الإیمان للبیهقی: ۳۵۶/۳۔ ضعیف ترغیب و ترهیب: ۷۳۰۵۔ عبداللہ بن محمد بن وہب دینوری متھم بالکذب اور یحییٰ بن عیسی رملی ضعیف راوی ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام العشر، اسناده ضعیف (یہ اثر معلق اور بے سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں یہ اثر مجھے مفصل سند کے ساتھ نہیں ملا اور امام بیہقی اور امام بغوی نے بھی اس اثر کو معلق روایت کیا ہے) [فتح الباری: ۵۹۰/۲]

❸ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق:

دنوں میں تکبیرات مشروع ہیں۔ درست نہیں کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بھی مروی ہے کہ 'ایام معلومات، یوم نحر اور اس کے بعد کے تین دن ہیں اور امام طحاوی نے اس مؤخر الذکر قول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ
رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ [الحج : ۲۸]

''اور وہ چند معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کریں جو اللہ نے انھیں پالتو جانور عطا کیے ہیں۔''

سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں۔ (ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن نہیں) ①

نیز سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذاتی فعل بھی ان کے اول الذکر قول کے مخالف ہے، جیسا کہ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ »

''بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عرفہ کی فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔'' ②

تکبیرات کے اوقات:

تکبیرات کہنے کے مخصوص اوقات نہیں ہیں بلکہ ان دنوں تمام اوقات میں تکبیرات کا اہتمام مستحب عمل ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

« كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى، فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ

① فتح الباری : ۲/ ۵۹۰۔
② صحیح : مستدرك حاكم : ۱/ ۲۹۹، بیهقی : ۳/ ۳۱۴۔

الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا﴾

''عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمے میں تکبیرات کہتے اور ان کی تکبیرات سن کر اہل مسجد اور بازار میں موجود لوگ تکبیرات کہتے حتیٰ کہ منیٰ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا۔''

﴿ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى فِرَاشِهِ، وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ، وَتِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيْعًا﴾

''ابن عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں، منی کے دنوں میں، نمازوں کے بعد، اپنے بستر پر، اپنے خیمے میں، اپنی مجلس میں اور چلتے پھرتے ان تمام دنوں میں تکبیرات کہا کرتے تھے۔''

﴿ وَكَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، وَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ﴾

''اور عورتیں تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عبدالعزیز کے پیچھے مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیرات کہتی تھیں۔''[1]

فوائد:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کے دنوں میں تمام اوقات میں سبھی افراد (مرد و زن اور مقیم و مسافر) کے لیے تکبیرات کہنا مشروع ہیں اور مذکورہ بالا آثار اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔''[2]

② امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''راجح مسئلہ یہ ہے کہ محض نمازوں کے بعد مخصوص اوقات میں تکبیرات کہنا مستحب نہیں بلکہ تکبیرات کے تمام دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے اور اوپر

❶ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر ایام منیٰ و إذا غدا إلی العرفة۔

❷ فتح الباری: ۲/۵۹۵۔

بیان کردہ آثار اس کی دلیل ہیں۔"①

③ ایام تشریق میں تکبیرات کے مخصوص اوقات نہیں ہیں بلکہ ان دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔②

نیز جس روایت میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہنے کی تخصیص ہے، وہ روایت ضعیف ہے، جو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ حِيْنَ يُسَلِّمُ مِنَ الْمَكْتُوْبَاتِ »

"رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن نمازِ فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نمازِ عصر تک (اس وقت) فرض نمازوں سے سلام پھیرتے وقت تکبیرات کہا کرتے تھے۔"③

عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی:

جس طرح عیدین میں مردوں کو تکبیرات کہنے کا حکم ہے، عورتیں بھی اس حکم میں شامل ہیں اور عورتوں کے لیے بھی تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔ اس کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

① صحیح بخاری میں ترجمۃ الباب میں مذکور ہے:

« وَكَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، وَ عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ »

---

❶ نيل الأوطار: ٣/ ٣٣٤۔

❷ فقه السنه: ١/ ٣٠٧۔

❸ دارقطني: ٢/ ٤٩: ١٧١٧۔ نصب الراية: ٣/ ٤٠٦ إسناده ضعيف جدًا، عمرو بن شمر متروک اور جابر بن یزید بن حارث جعفی ضعیف اور کذاب راوی ہے۔

''اور عورتیں تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیرات کہتی تھیں۔''

تاہم عورتوں کے تکبیرات کہنے کی مشروعیت کے بارے علماء کی مختلف آراء ہیں:

① مالک اور شافعی کا مذہب ہے کہ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد عورتوں پر تکبیرات کہنا لازم ہے۔

② ابوحنیفہ کہتے ہیں: ایام تشریق میں عورتیں تکبیرات نہیں کہیں گی۔

③ ابو یوسف اور محمد کا موقف ہے کہ عورتوں کے لیے تکبیرات ایسے ہی مشروع ہیں جیسے مردوں کے لیے تکبیرات مشروع ہیں۔

شرح ابن بطال : ۴/۱۹۲۔

④ سفیان ثوری کی رائے ہے کہ عورتیں نماز باجماعت ادا کرنے کی صورت میں تکبیرات کہیں گی، امام احمد نے بھی اسی قول کو احسن کہا ہے۔

⑤ البتہ امام احمد سے ایک دوسرا قول منقول ہے کہ عورتیں تکبیرات نہ کہیں، کیونکہ تکبیر ایسا ذکر ہے جس میں آواز بلند کرنا مشروع ہے اور اذان کی تکبیرات میں آواز بلند کرنا عورت کے لیے جائز نہیں۔ [1]

اس مسئلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ بلا تعیین و تخصیص عورتیں بھی تکبیرات کے دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہہ سکتی ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''تکبیرات کے اوقات (اور تکبیرات کون کہے) اس بارے میں کافی اختلاف ہے:

① بعض علماء نے تکبیرات کا وقت نماز کے بعد مخصوص کیا۔

② کچھ علماء نے نوافل کے بجائے فرض نمازوں کے بعد کا وقت تکبیرات کے لیے خاص کیا۔

---

[1] المغنی مع الشرح الکبیر : ۲/۲۴۸۔

③ بعض علماء نے تکبیرات کو عورتوں کے بجائے مردوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔

④ کچھ نے منفرد کے بجائے نماز با جماعت کی تخصیص کی ہے۔

⑤ بعض نے قضا نماز کو چھوڑ کر ادا نماز کی شرط عائد کی ہے۔

کچھ علماء نے مسافر کے سوا مقیم کی قید لگائی ہے لیکن امام بخاری نے اس مسئلہ کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کہنا (تمام اوقات اور) تمام افراد (مرد، عورت، مقیم و مسافر بھی کے لیے) مشروع و جائز ہے اور ترجمۃ الباب میں منقول آثار اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔ [1]

حائضہ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی!

عیدین میں حائضہ عورتوں کو بھی تلقین ہے کہ وہ تکبیرات کا اہتمام کریں۔ امام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ، وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ»

''ہمیں عید کے دن (عیدگاہ میں) پہنچنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ (ہمیں حکم ہوتا کہ) ہم دوشیزہ کو اس کی خلوت گاہ سے اور حائضہ عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ (حائضہ عورتیں) لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیرات کے ساتھ تکبیرات کہیں۔ ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کریں اور وہ اس دن کی برکت اور گناہوں سے پاکی کی امید رکھیں۔'' [2]

---

❶ فتح الباري: ٢/ ٥٩٥۔

❷ صحيح بخاری، كتاب العيدين، باب التكبير ايام منىٰ و إذا غدا إلى عرفة: ٩٧١۔

تنبیہ:

① ابن قدامہ حنبلی بیان کرتے ہیں:

《 وَيَنبَغِي لَهُنَّ اَنْ يَخْفِضْنَ أَصْوَاتَهُنَّ حَتَّى لايَسْمَعَهُنَّ الرِّجَالُ 》

''عورتوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ پست آواز میں تکبیرات کہیں حتیٰ کہ مردان کی آواز نہ سن سکیں۔''[1]

② ابن رجب حنبلی رقم طراز ہیں: جب عورتیں با جماعت نماز ادا کریں تو وہ بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں:

《 وَلٰكِنْ الْمَرْأَةُ تَخْفِضُ صَوْتَهَا بِالتَّكْبِيْرِ 》

''لیکن تکبیرات کہتے وقت عورت اپنی آواز پست رکھے۔''[2]

تکبیرات کے الفاظ:

یاد رکھیۓ! تکبیرات کے متعلق الفاظ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں بلکہ اس بارے، آپ ﷺ کی طرف منسوب آئندہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں:

《 كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ، يُقْبِلُ عَلَي أَصْحَابِهِ فَيَقُوْلُ : عَلَى مَكَانِكُمْ، وَيَقُوْلُ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ 》

''رسول اللہ ﷺ عرفہ کی صبح جب نماز فجر ادا کرتے تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہتے: اپنی جگہوں پر برقرار رہیے اور آپ ﷺ یہ کلمات: اللہ اکبر، اللہ

---

❶ المغنی لا بن قدامه مع الشرح الکبیر : ۲۴۸/۲۔

❷ فتح الباری لابن رجب : ۵۸/۷۔

اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد کہتے تھے۔''[1]

البتہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح تکبیرات کے الفاظ منقول ہیں۔

① ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

﴿ كَانَ سَلْمَانُ يُعَلِّمُنَا التَّكْبِيْرَ يَقُوْلُ: كَبِّرُوْا اللّٰهَ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ مِرَارًا، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ أَنْ تَكُوْنَ لَكَ صَاحِبَةٌ، أَوْ يَكُوْنَ لَكَ وَلَدٌ، أَوْ يَكُوْنَ لَكَ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ، أَوْ يَكُوْنَ لَكَ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا اَللّٰهُ أَكْبَرُ تَكْبِيْرًا، أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا ﴾

''سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمیں تکبیرات کے الفاظ کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ کہتے تم اللہ کی کبریائی بیان کرو (یعنی) بار بار اللہ اکبر کہو (پھر یہ کلمات کہو):

﴿ أَللّٰهُمَّ اَنْتَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ أَنْ تَكُوْنَ لَكَ صَاحِبَةٌ أَوْ يَكُوْنَ لَكَ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ، وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا، اَللّٰهُ أَكْبَرُ تَكْبِيْرًا، أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا، أَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا ﴾

''اے اللہ تو اس سے بالا و برتر ہے کہ تیری بیوی ہو، یا تیری اولاد ہو، یا بادشاہت میں تیرا کوئی شریک ہو، یا کمزوری میں تیرا کوئی مددگار ہو، اور اس کی خوب بڑائی بیان کرو، اللہ واقعی سب سے بڑا ہے، اے اللہ ہمیں معاف فرما، اے اللہ ہم پر رحم فرما۔''[2]

① دارقطنی: ۲/۵۰۔ أرواء الغلیل: ۳/۷ اسنادہ ضعیف جدا، عمرو بن شمر متروک اور جابر بن یزید بن حارث جعفی ضعیف اور کذاب ہے

② صحیح: مصنف عبدالرزاق: ۱۱/۲۹۰: ۲۰۵۸۱، بیہقی: ۳/۳۱۶، حافظ ابن حجر نے اس اثر کو باعتبار سند صحیح ترین قرار دیا ہے۔ [فتح الباری: ۲/۵۹۵۔

قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ

فصل الخطاب للنشر والتوزیع لاہور
0300-8074150